فہرست

اس شمارے میں

اس شمارے میں | نعیم احمد | ۴

قرآنیات

البیان: الرعد ۱۳: ۱۷-۲۶ (۳) | جاوید احمد غامدی | ۵

معارف نبوی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خیر و شر | معز امجد / شاہد رضا | ۹

مقامات

خلافت | جاوید احمد غامدی | ۲۳

سیر و سوانح

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ (۱) | محمد وسیم اختر مفتی | ۲۷

مقالات

آیت بسم اللہ | امام حمید الدین فراہی | ۳۵

یسئلون

عقائد و عبادات کا تعلق تعمیر سیرت سے | امین احسن اصلاحی | ۴۵

وفیات

علامہ عنایت اللہ خان مشرقی | امین احسن اصلاحی | ۴۸

ادبیات

غزل | جاوید احمد غامدی | ۵۰

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

نعیم احمد

''قرآنیات'' میں حسب روایت جناب جاوید احمد غامدی صاحب کا ترجمۂ قرآن ''البیان'' شائع کیا گیا ہے۔ یہ قسط سورۂ رعد (۱۳) کی آیات ۱۷-۲۶ کے ترجمہ اور حواشی پر مشتمل ہے۔ ان میں بتایا گیا ہے کہ قرآن کے نزول نے اس وقت حق و باطل میں جو کشمکش پیدا کر دی ہے، وہ بالآخر حق کی فتح پر ختم ہو گی اور باطل نابود ہو جائے گا۔

''معارف نبوی'' کے تحت معز امجد صاحب کے مضمون میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امن و اتحاد اور نظم اجتماعی کے زمانے کو خیر کا زمانہ قرار دیا گیا ہے۔ اس پر ترجمہ و تدوین کا کام شاہد رضا صاحب نے کیا ہے۔

''مقامات'' میں جناب جاوید احمد غامدی کا مضمون ''خلافت'' شامل اشاعت ہے۔ یہ مضمون ''اسلام اور ریاست ــــ ایک جوابی بیانیہ'' پر تنقیدات کے جواب میں لکھا گیا ہے۔

''سیر و سوانح'' کے تحت محمد وسیم اختر مفتی صاحب نے اپنے مضمون ''حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ'' کے پہلے حصے میں ان کے حالات زندگی اور اسلام پر ایمان لانے کا ذکر کیا ہے۔

''مقالات'' میں امام حمید الدین فراہی صاحب نے اپنے مضمون ''آیت بسم اللہ'' میں اس کے قرآن کی آیت ہونے کے بارے میں وضاحت کی ہے۔

''یسئلون'' میں مولانا امین احسن اصلاحی صاحب کا مضمون ''عقائد و عبادات کا تعلق تعمیر سیرت سے'' اس اشاعت میں شامل ہے۔ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ انسان کی زندگی کا مقصد خدا کی عبادت ہے، اور اس عبادت کا مقصد اعلیٰ سیرت و کردار کو نشو و نما دینا ہے۔

''وفیات'' میں ''علامہ عنایت اللہ خان مشرقی'' کے زیر عنوان مولانا امین احسن اصلاحی کا مضمون شامل کیا گیا ہے۔ اس میں انھوں نے ان کی سیرت و کردار پر روشنی ڈالی اور مسلمانوں اور اسلام کے لیے ان کی خدمات کو سراہا ہے۔

''ادبیات'' میں جاوید احمد غامدی صاحب کی ایک غزل شائع کی گئی ہے۔

البیان

جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الرعد

(۳)

(گذشتہ سے پیوستہ)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ﴿١٧﴾ لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى

اُس نے آسمان سے پانی برسایا تو وادیاں اپنے اپنے ظرف کے مطابق بہ نکلیں۔ پھر سیلاب نے ابھرتے جھاگ کو اُٹھا لیا اور اِسی طرح کا جھاگ اُن چیزوں کے اندر سے بھی ابھرتا ہے جنھیں زیور یا (اِسی قسم کا) دوسرا ساز و سامان بنانے کے لیے آگ میں پگھلاتے ہیں۔ اللہ اِسی طرح حق اور باطل کو ٹکراتا ہے۔ سو جھاگ تو رائگاں جاتا ہے اور جو چیز لوگوں کو نفع پہنچانے والی ہے، وہ زمین میں ٹھیر جاتی ہے[۱۴۹]۔ اللہ اِسی طرح مثالیں بیان کرتا ہے، (جن سے تم اِس حقیقت کو سمجھ سکتے ہو کہ) جن لوگوں

۱۴۹؎ مطلب یہ ہے کہ وحی الٰہی کی صورت میں جو بارش اِس وقت ہو رہی ہے، اُس نے بھی منکرین کے ہنگامہ و شورش کی صورت میں کچھ جھاگ اٹھا دیا ہے جو اِس طرح چرخ کھا رہا ہے کہ شاید کچھ دیر تک سطح پر وہی نظر آئے گا،

وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا
بِهٖ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۸﴾
اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ
اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۹﴾ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴿۲۰﴾ وَالَّذِيْنَ
يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾

نے اپنے رب کی دعوت کو لبیک کہا، اُن کے لیے اچھا انجام ہے اور جنھوں نے اُس کی دعوت قبول نہیں کی، (اُن کا حال یہ ہوگا کہ) اُنھیں اگر وہ سب کچھ حاصل ہو جائے جو زمین میں ہے اور اُسی کے برابر اور بھی تو سب اپنی رہائی کے لیے دے ڈالیں۔ یہی لوگ ہیں جن کا حساب برا[۱۵۰] اور جن کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔ ۱۷-۱۸

سو کیا جو شخص یہ جانتا ہے کہ جو کچھ تمھارے پروردگار کی طرف سے تمھاری طرف اتارا گیا ہے، وہ حق ہے، اُس شخص کے مانند ہو جائے گا جو اندھا ہے[۱۵۱]۔ (یہ ایک یاددہانی ہے اور) یاددہانی تو وہی حاصل کرتے ہیں جو عقل والے ہیں، جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور اپنے اِس پیمان کو توڑتے نہیں[۱۵۲] اور اُس چیز کو جوڑتے ہیں جسے اللہ نے جوڑے رکھنے کا حکم دیا ہے[۱۵۳] اور اپنے رب سے ڈرتے اور برے

لیکن تم دیکھو گے کہ بہت جلد یہ سارا جھاگ فنا ہو جائے گا اور جو کچھ باقی رہے گا، وہ قرآن اور اُس کے حاملین ہوں گے۔ خدا کی سنت یہی ہے جس کا ظہور اِس کائنات میں ہر جگہ ہوتا ہے، جس طرح کہ مثال سے واضح ہے اور رسولوں کی بعثت کے بعد جب حق و باطل میں کشمکش برپا ہوتی ہے تو انسانوں کے لیے بھی لازماً ہو جاتا ہے۔

۱۵۰؎ یعنی ایسا سخت ہوگا کہ چھوٹی سے چھوٹی بات بھی بری طرح گرفت میں آئے گی، کسی لغزش سے چشم پوشی نہیں ہوگی اور اُن کے اعمال نامے میں رائی کے برابر برائی بھی اُن کے لیے پہاڑ بن کر سامنے آجائے گی۔

۱۵۱؎ یعنی عقل کا اندھا ہے اور حقیقت کو سامنے پا کر بھی دیکھنے کی صلاحیت سے محروم ہو چکا ہے۔

۱۵۲؎ اِس سے مراد وہ ازلی عہد ہے جو اللہ تعالیٰ نے ابتداے آفرینش میں تمام انسانوں سے لیا تھا۔ سورۂ اعراف (۷) کی آیت ۱۷۲ میں اِس کا ذکر تفصیل کے ساتھ ہو چکا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

وَ الَّذِیۡنَ صَبَرُوا ابۡتِغَآءَ وَجۡہِ رَبِّہِمۡ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً وَّ یَدۡرَءُوۡنَ بِالۡحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ اُولٰٓئِکَ لَہُمۡ عُقۡبَی الدَّارِ ﴿۲۲﴾ جَنّٰتُ عَدۡنٍ یَّدۡخُلُوۡنَہَا وَ مَنۡ صَلَحَ مِنۡ اٰبَآئِہِمۡ وَ اَزۡوَاجِہِمۡ وَ ذُرِّیّٰتِہِمۡ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃُ یَدۡخُلُوۡنَ

حساب کا اندیشہ رکھتے ہیں۔ اور جو اپنے رب کی رضا طلبی میں ثابت قدم رہے اور نماز کا اہتمام کیا اور جو کچھ ہم نے اُنھیں عطا فرمایا، اُس میں سے کھلے اور چھپے خرچ کیا اور جو برائی کو بھلائی سے دفع کرتے ہیں[۱۵۴]۔ انجام کار کی کامیابی اُنھی کے لیے ہے، ابد کے باغ جن میں وہ داخل ہوں گے اور وہ بھی جو اُن کے آباو اجداد اور اُن کی بیویوں اور اُن کی اولاد میں سے اِس کے اہل بنیں گے[۱۵۵]۔ فرشتے

۱۵۳؎ یہ رشتۂ رحم کی تعبیر ہے۔ قرآن نے یہ اسلوب جہاں بھی اختیار کیا ہے، موقع کلام کی دلالت سے واضح ہے کہ رشتۂ رحم وقرابت کے لیے اختیار کیا ہے۔ اِس میں جو ابہام ہے، اُس سے رشتۂ رحم کی عظمت واضح ہوتی ہے۔ گویا یہ ایسی معروف اور بدیہی حقیقت ہے کہ اِس کا نام لیے بغیر ہی ہر شخص سمجھ لیتا ہے کہ وہ کیا چیز ہے جسے خدا نے کاٹنے کا نہیں، بلکہ جوڑنے کا حکم دیا ہے۔

۱۵۴؎ یعنی بدی کے مقابلے میں بدی نہیں، بلکہ نیکی کرتے ہیں۔ چنانچہ اُن پر بھی خرچ کیے جاتے ہیں جن کا سلوک اُن کے ساتھ اچھا نہیں ہوتا۔ وہ اِس بات کو سمجھتے ہیں کہ اُن کا پروردگار اِسی رویے کو پسند کرتا ہے کہ شر کا مقابلہ شر سے نہیں، بلکہ خیر سے کیا جائے اور ظلم کے جواب میں ظلم نہیں، بلکہ انصاف کا علم اٹھائے رکھا جائے، خواہ اِس کے لیے کتنا ہی نقصان اٹھانا پڑے۔

یہ تمام تفصیل اِس لیے کی گئی ہے کہ منکرین کو متنبہ کر دیا جائے کہ تم جس اندھے پن کا مظاہرہ کر رہے ہو، اُس کے ساتھ تم اُن لوگوں کے مانند نہیں ہو سکتے جنھیں اللہ تعالیٰ نے دل و دماغ کی روشنی عطا فرمائی ہے۔ نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جائے کہ آپ پریشان نہ ہوں، آپ جو چیز پیش کر رہے ہیں، اُس کے بارے میں ہر شخص کا رویہ یکساں نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ مطمئن رہیے، اُس سے وہی لوگ یاددہانی حاصل کریں گے جو ہوش گوش رکھتے اور عقل سے کام لیتے ہیں اور جن کی سیرت و کردار کا رنگ وہ ہے جو بیان کیا جا رہا ہے۔

۱۵۵؎ یہ اچھے انجام کی مزید تفصیل ہے کہ اُن کے اعزہ واقربا بھی اہل ہوئے تو جنت میں اُن کے ساتھ ہوں گے

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

عَلَيۡهِمۡ مِّنۡ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيۡكُمۡ بِمَا صَبَرۡتُمۡ فَنِعۡمَ عُقۡبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾
وَالَّذِيۡنَ يَنۡقُضُوۡنَ عَهۡدَ اللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مِيۡثَاقِهٖ وَيَقۡطَعُوۡنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنۡ
يُّوۡصَلَ وَيُفۡسِدُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعۡنَةُ وَلَهُمۡ سُوۡٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ
يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيَقۡدِرُ وَفَرِحُوۡا بِالۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَمَا الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا
فِى الۡاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾

ہر دروازے سے اُن کے پاس آئیں گے (اور کہیں گے): تم لوگوں پر سلامتی ہو، اِس لیے کہ تم ثابت قدم رہے۔ سو کیا ہی خوب ہے انجام کار کی یہ کامیابی![۱۵۶] ۱۹-۲۴

(اِس کے برخلاف) جو اللہ کے عہد کو اُس کے باندھ لینے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جسے اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے، اُسے کاٹتے ہیں اور (اِس طرح) زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، وہی ہیں جن کے لیے لعنت ہے اور آخرت میں اُن کے لیے نہایت بُرا ٹھکانا ہے۔ اللہ جس کو چاہتا ہے، رزق کی فراخی عطا فرماتا ہے اور (جس کے لیے چاہتا ہے[۱۵۷])، اُسے تنگ کر دیتا ہے۔ (یہ اِس حقیقت کو نہیں سمجھے) اور اِسی دنیا کی زندگی پر ریجھے ہوئے ہیں، درآں حالیکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابل میں محض ایک متاعِ حقیر[۱۵۸] ہے۔ ۲۵-۲۶

تاکہ اُن کی مسرت میں کوئی کمی نہ رہے۔

۱۵۶؎ یہ فقرہ فرشتوں کے قولِ تہنیت کا جزو نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس مرتبۂ بلند کی تحسین ہے جو انجام کار اُنھیں حاصل ہو جائے گا۔

۱۵۷؎ یہ الفاظ وضاحتِ قرینہ کی بنا پر اصل میں محذوف ہیں۔

۱۵۸؎ اصل میں لفظ 'مَتَاع' آیا ہے۔ یہ نکرہ ہے۔ اِسی تنکیر کو ہم نے متاعِ حقیر کے الفاظ میں ادا کیا ہے، اِس لیے کہ آیت میں یہ تقلیل کے مفہوم میں ہے۔

[باقی]

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

معز امجد
ترجمہ وتدوین: شاہد رضا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خیر و شر

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

رُوِیَ أَنَّ حُذَیْفَةَ بْنَ الْیَمَانِ قَالَ: کَانَ النَّاسُ یَسْأَلُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَیْرِ وَکُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ أَنْ یُّدْرِکَنِیْ.

فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّا کُنَّا فِیْ جَاهِلِیَّةٍ وَشَرٍّ فَجَاءَ نَا اللّٰهُ بِهٰذَا الْخَیْرِ فَهَلْ بَعْدَ هٰذَا الْخَیْرِ مِنْ شَرٍّ؟

قَالَ: نَعَمْ،

قُلْتُ: وَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَیْرٍ؟

قَالَ: نَعَمْ، وَفِیْهِ دَخَنٌ،

قُلْتُ: وَمَا دَخَنُهُ؟

قَالَ: قَوْمٌ یَهْدُوْنَ بِغَیْرِ هَدْیِیْ تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْکِرُ،

قُلْتُ: فَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الْخَیْرِ مِنْ شَرٍّ؟

قَالَ: نَعَمْ، دُعَاةٌ إِلٰی أَبْوَابِ جَهَنَّمَ، مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَیْهَا قَذَفُوْهُ فِیْهَا،

قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، صِفْهُمْ لَنَا،

فَقَالَ: هُمْ مِنْ جِلْدَتِنَا وَيَتَكَلَّمُوْنَ بِأَلْسِنَتِنَا،

قُلْتُ: فَمَا تَأْمُرُنِيْ إِنْ أَدْرَكَنِيْ ذٰلِكَ؟

قَالَ: تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَإِمَامَهُمْ،

قُلْتُ: فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا إِمَامٌ؟

قَالَ: فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا وَلَوْ أَنْ تَعَضَّ بِأَصْلِ شَجَرَةٍ حَتّٰى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ عَلٰى ذٰلِكَ.

---

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

روایت کیا گیا ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے کہا: لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر (اچھائی)[1] کے متعلق سوال کرتے تھے، جبکہ میں آپ سے شر (برائی) کے متعلق سوال کرتا تھا[2]، اس ڈر سے کہ کہیں وہ مجھے آنہ لے۔

چنانچہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ، بے شک، ہم جہالت اور شر میں تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس (امن کی) خیر سے نوازا، کیا اس خیر کے بعد شر ہوگا؟

آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں،

میں نے عرض کیا: کیا اس شر کے بعد پھر خیر ہوگا؟

آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں، مگر اس میں غبار (یا شر کا بادل) ہوگا،

میں نے عرض کیا: اس میں غبار کیسا ہوگا؟

آپ نے ارشاد فرمایا: ایسے لوگ ہوں گے جو اس ہدایت کے علاوہ کسی اور ہدایت پر حکومت کریں گے جو میں لے کر آیا ہوں، تم ان میں اچھے اور برے، دونوں اعمال دیکھو گے[3]،

میں نے عرض کیا: کیا اس خیر کے بعد پھر شر ہوگا؟

آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں، ایسے لوگ ہوں گے جو دوزخ کے دروازوں کی طرف بلا رہے ہوں گے،

جس نے اس کی طرف ان کی دعوت قبول کی، وہ اسے اس میں جھونک دیں گے[4]،

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ، ان کے بارے میں ہمیں بتائیے،

آپ نے ارشاد فرمایا: وہ ہمارے جیسے ہوں گے اور ہماری زبان میں بات کریں گے[5]،

میں نے عرض کیا: اگر میں یہ زمانہ پاؤں تو آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟

آپ نے ارشاد فرمایا: مسلمانوں کے نظم اجتماعی کے ساتھ وابستہ رہو اور ان کے حکمران کے تابع فرمان رہو[6]،

میں نے عرض کیا: اگر ان کا نہ کوئی نظم اجتماعی ہو اور نہ کوئی حکمران ہو تو مجھے کیا کرنا چاہیے[7]؟

آپ نے ارشاد فرمایا: تو تم ان تمام فرقوں سے الگ ہو جاؤ اور (اسی حالت میں رہو) اگرچہ تمھیں ایک درخت کی جڑ اپنے دانتوں سے پکڑنی پڑے، یہاں تک کہ (ان فرقوں سے الگ رہتے ہوئے) اسی حالت میں تمھیں موت آ لے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ترجمے کی حواشی

۱۔ جیسا کہ آگے روایت کے مضمون سے واضح ہو جائے گا کہ یہاں دونوں الفاظ ــــ 'خیر' اور 'شر' ــــ ایک خاص مفہوم میں استعمال ہوئے ہیں۔ لفظ 'خیر' یہاں اجتماعی امن اور سیاسی ہم آہنگی کے لیے استعمال ہوا ہے، جبکہ لفظ 'شر' انتشار اور عدم اتحاد کے لیے استعمال ہوا ہے۔

۲۔ حضرت حذیفہ بن یمان کہتے ہیں کہ میں اکثر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے موجودہ سیاسی اور اجتماعی حالت میں کسی بھی قسم کے ممکنہ فساد اور جارحیت کے متعلق سوال کرتا، جبکہ دوسرے لوگ ایسے امور کے بارے میں سوال کرتے جن کا تعلق اجتماعی امن اور ہم آہنگی سے ہوتا تھا۔ یہ امن و ہم آہنگی اللہ تعالیٰ نے ان عرب لوگوں کو عطا فرمائی تھی جو روایتی طور پر مختلف گروہوں میں رہنے والے تھے۔

۳۔ یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے کہ اس روایت میں اس زمانے کو خیر کا زمانہ قرار دیا گیا ہے جس میں حکمران عموماً شریعت کے احکام سے منحرف ہوں گے، اس کی وجہ یہ ہے کہ دراصل اس زمانے میں مسلمان ہم آہنگی اور اجتماعی اتحاد کی زندگی گزاریں گے۔

۴۔ روایت کے سیاق وسباق سے یہ بات بالبداہت واضح ہے کہ اس میں ان حکمرانوں کی طرف اشارہ ہے جو حصول تخت کے لیے اپنے مطالبات مسلط کر کے لوگوں میں فرقہ دارانہ اور انتشار کی فضا پھیلانے کی کوشش کریں گے۔

۵۔ یعنی وہ عربوں میں سے ہی ہوں گے۔

۶۔ روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم ہے کہ تمام حالات میں نظم اجتماعی کی پیروی کی جائے اور علیحدگی پسند گروہوں کی ان کے حصول مقاصد میں معاونت سے احتراز کیا جائے۔

۷۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ آپ سے کہتے ہیں کہ اگر مسلم حکومت پہلے ہی معزول کر دی گئی ہو اور مسلمان انتشار کی حالت میں رہ رہے ہوں تو متفرق گروہوں میں سے کس کی حمایت کرنی چاہیے، جبکہ وہ حکومت کے حصول کے لیے جنگ کر رہے ہوں۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

حاصل کلام

اس روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی ہے کہ عربوں میں اجتماعی امن اور ہم آہنگی کی عظیم نعمت ہمیشہ نہیں رہے گی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ارشاد فرمایا ہے کہ جب مجموعی حالت فساد کا شکار ہو تو انھیں مسلمانوں کے نظم اجتماعی سے وابستہ رہنا چاہیے، اور حکمرانوں کے اطاعت گزار رہنا چاہیے، اگرچہ وہ بے انصافی اور احکام اسلام کی عدم اطاعت کے مرتکب ہوں۔ اگر نظم اجتماعی موجود نہ ہو اور سیاسی انتشار غالب ہو تو عام آدمی کو ان تمام گروہوں سے الگ رہنا چاہیے جو اپنی حکومت کے قیام کے لیے اپنے مخالفین سے جنگ کر رہے ہوں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم آدمی کے اس مطلوبہ کردار کے متعلق ہے جو اسے مختلف سیاسی اور مجموعی حالات میں ادا کرنا چاہیے۔ جب ایک آدمی حکومت کے ماتحت زندگی گزار رہا ہو تو اسے سختی سے اجتماعی فیصلوں کی اطاعت کرنی چاہیے، یہاں تک کہ اگر کوئی یہ محسوس کرے کہ یہ فیصلے درست نہیں ہیں اور اسلامی اصولوں کے خلاف ہیں، اسے ان فیصلوں کا فرماں بردار رہنا چاہیے۔ بہ صورت دیگر اگر کوئی آدمی ایسے حالات میں زندگی گزار رہا ہے کہ جس میں حکومت پہلے ہی معزول کر دی گئی ہے اور لوگوں نے اپنے آپ کو الگ الگ گروہوں میں تقسیم کر لیا ہے اور ہر گروہ اپنی ہی حکومت قائم کرنے کے لیے سعی کر رہا ہے، تو پھر ایک مسلمان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے آپ کو ان گروہوں سے الگ رکھے اور حکومت کے حصول کے لیے اس جاری جنگ میں شریک نہ ہو۔

متون

بعض اختلافات کے ساتھ یہ روایت بخاری، رقم ۳۴۱۱-۳۴۱۲، ۳۲۳،۶۶۷۳؛ مسلم، رقم ۱۸۴۷ا، ۱۸۴۷ب؛ ابوداؤد، رقم ۴۲۴۴-۴۲۴۶؛ ابن ماجہ، رقم ۳۹۸۱؛ بیہقی، رقم ۱۶۳۸۷، ۱۶۳۹۴، ۱۶۴۰۷، ۱۶۵۷۲؛ سنن النسائی الکبریٰ، رقم ۸۰۳۲-۸۰۳۳؛ احمد، رقم ۱۸۴۳۰، ۲۳۳۳۰، ۲۳۴۳۸، ۲۳۴۷۳، ۲۳۴۷۳ ا، ۲۳۴۷۳ب، ۲۳۴۷۴-۲۳۴۷۹، ۲۳۴۹۶؛ ابن حبان، رقم ۱۱۷، ۵۹۲۳؛ ابویعلیٰ، رقم ۸۷۳؛ عبدالرزاق ۲۰۷۱۱ اور ابن ابی شیبہ، رقم ۳۷۱۱۴، ۳۷۱۳۳ میں روایت کی گئی ہے۔

بعض روایات، مثلاً سنن النسائی الکبریٰ، رقم ۸۰۳۲ میں 'كان الناس يسئلون رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عن الخير و كنت أسأله عن الشر' (لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر (اچھائی) کے متعلق سوال کرتے تھے، جبکہ میں آپ سے شر (برائی) کے متعلق سوال کرتا تھا) کے الفاظ کے بجائے ان کے مترادف الفاظ 'كان الناس يسئلون رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عن الخير وأسأله عن الشر' (لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر (اچھائی) کے متعلق سوال کرتے تھے، جبکہ میں آپ سے شر (برائی) کے متعلق سوال کرتا تھا) روایت کیے گئے ہیں؛ بخاری، رقم ۳۴۱۲ میں یہ الفاظ 'تعلم أصحابي الخير و تعلمت الشر' (میرے صحابہ خیر سیکھتے تھے، جبکہ میں شر کے بارے میں سیکھتا تھا) روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۲۳۴۳۸ میں یہ الفاظ 'كان أصحاب النبي صلى اللّٰه عليه وسلم يسألونه عن الخير و كنت أسأله عن الشر' (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ آپ سے خیر کے بارے میں سوال کرتے تھے، جبکہ میں شر کے بارے میں سوال کرتا تھا) روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً ابوداؤد، رقم ۴۲۴۴ میں یہ الفاظ 'إن الناس كانوا يسألون رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عن الخير و كنت أسأله عن الشر' (بے شک، لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر (اچھائی) کے متعلق سوال کرتے تھے، جبکہ میں آپ سے شر (برائی) کے متعلق سوال کرتا تھا) روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً سنن النسائی الکبریٰ، رقم ۸۰۳۲ میں 'مخافة أن يدركني' (اس ڈر سے کہ کہیں وہ مجھے آ نہ لے) کے الفاظ کے بجائے 'و عرفت أن الخير لن يسبقني' (اور میں نے جان لیا کہ خیر مجھ سے بھاگے گی نہیں) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً سنن النسائی الکبریٰ، رقم ۸۰۳۳ میں یہ الفاظ 'كيما أعرفه

فأتقيه وعلمت أن الخير لا يفوتنی‘(تاکہ میں اسے جان لوں اوراس سے اپنے آپ کو بچا سکوں، اور میں نے جان لیا کہ خیر مجھ سے بھاگے گی نہیں) روایت کیے گئے ہیں؛ احمد، رقم ۲۳۴۳۸ میں یہ الفاظ ’لم فعلت ذلك؟ قال: من اتقى الشر وقع فی الخير‘(تم نے ایسا کیوں کیا؟ انھوں نے کہا: جو شر سے بچ گیا، اس نے خیر کا کام کیا) روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً مسلم، رقم ۱۸۴۷ب میں ’إنا كنا فی جاهلية و شر‘(بے شک، ہم جہالت اور شر میں تھے) کے الفاظ کے بجائے ’إنا كنا بشر‘(بے شک، ہم شر میں تھے) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً مسلم، رقم ۱۸۴۷ب میں ’فجاء نا الله بهذا الخير‘(پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس (امن کی) خیر سے نوازا) کے الفاظ کے بجائے ’فجاء الله بخير فنحن فيه‘(پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس (امن کی) خیر سے نوازا جس میں ہم زندگی گزار رہے ہیں) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں؛ ابوداؤد، رقم ۴۲۴۴ میں یہ الفاظ ’يا رسول الله، أرأيت هذا الخير الذی أعطانا الله أيكون بعده شر كما كان قبله؟‘(کیا آپ اس خیر کو دیکھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کی، کیا اس کے بعد پہلے کی طرح شر ہوگا؟) روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً مسلم، رقم ۱۸۴۷ (میں ’فهل بعد هذا الخير من شر؟‘(کیا اس خیر کے بعد شر ہوگا؟) کے الفاظ کے بجائے ’فهل بعد هذا الخير شر؟‘(کیا اس خیر کے بعد شر ہوگا؟) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً مسلم، رقم ۱۸۴۷ب میں ’فهل من وراء هذا الخير شر؟‘(کیا اس خیر کے پیچھے شر ہوگا) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں؛ سنن النسائی الکبریٰ، رقم ۸۰۳۲ میں یہ الفاظ ’بعد هذا الخير شر؟‘(اس خیر کے بعد شر ہوگا؟) روایت کیے گئے ہیں؛ سنن النسائی الکبریٰ، رقم ۸۰۳۳ میں یہ الفاظ ’هل بعد الخير من شر؟‘(کیا خیر کے بعد شر ہوگا؟) روایت کیے گئے ہیں؛ احمد، رقم ۲۳۴۶۹ میں یہ الفاظ ’هل بعد هذا الخير شر كما كان قبله شر؟‘(کیا اس خیر کے بعد پہلے کی طرح شر ہوگا؟) روایت کیے گئے ہیں؛ ابن حبان، رقم ۱۱۷ میں یہ الفاظ ’هل بعد هذا الخير الذی نحن فيه من شر نحذره؟‘(کیا اس خیر کہ جس میں ہم ہیں، کے بعد شر ہوگا جس سے ہمیں بچنا چاہیے؟) روایت کیے گئے ہیں؛ ابوداؤد، رقم ۴۲۴۶ میں یہ الفاظ ’يا رسول الله، هل بعد هذا الخير شر؟‘(یارسول اللہ، کیا اس خیر کے بعد شر ہوگا؟) روایت کیے گئے ہیں؛ احمد، رقم ۲۳۴۷۶ میں یہ الفاظ ’يا رسول الله،

أیکون بعد ھذا الخیر شر کما کان قبله شر؟ ’(یارسول اللہ، کیااس خیر کے بعد پہلے کی طرح شر ہوگا؟) روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً ابوداؤد، رقم ۴۲۴۶ میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے پہلے سوال کے جواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ’فتنة و شر ‘(ہاں، فتنہ اور شر ہوگا) کے الفاظ میں روایت کیا گیا ہے۔

بعض روایات، مثلاً ابوداؤد، رقم ۴۲۴۴ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے جواب کے بعد ’قلت: فما العصمة من ذلك؟ قال: السیف ‘(میں نے عرض کیا: تو اس سے کیسے بچا جائے؟ آپ نے جواب دیا: تلوار سے) کے الفاظ کا اضافہ ہے؛ احمد، رقم ۲۳۴۷۳ میں ان الفاظ کے مترادف الفاظ ’فما العصمة منه؟ قال: السیف ‘(تو اس سے کیسے بچا جائے؟ آپ نے جواب دیا: تلوار سے) روایت کیے گئے ہیں؛ احمد، رقم ۲۳۴۷۳ میں یہ الفاظ ’فما العصمة یا رسول اللّٰہ؟ قال: السیف ‘(تو یارسول اللہ، اس سے کیسے بچا جائے؟ آپ نے جواب دیا: تلوار سے) روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً مسلم، رقم ۱۸۴۷ میں ’و ھل بعد ذلك الشر من خیر؟ ‘(اور کیا اس شر کے بعد خیر ہوگا؟) کے الفاظ کے بجائے ’ھل بعد ذلك الشر من خیر؟ ‘(کیا اس شر کے بعد خیر ہوگا؟) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں؛ ابوداؤد، رقم ۴۲۴۶ میں یہ الفاظ ’یا رسول اللّٰہ، ھل بعد ھذا الشر خیر؟ ‘(یارسول اللہ، کیا اس شر کے بعد خیر ہوگا؟) روایت کیے گئے ہیں؛ مسلم، رقم ۱۸۴۷ میں یہ الفاظ ’ھل وراء ذلك الشر خیر؟ ‘(کیا اس شر کے پیچھے خیر ہوگا؟) روایت کیے گئے ہیں؛ بیہقی، رقم ۱۶۳۸۷ میں یہ الفاظ ’فھل بعد ذلك الشر من خیر؟ ‘(تو کیا اس شر کے بعد خیر ہوگا؟) روایت کیے گئے ہیں؛ بیہقی، رقم ۱۶۳۹۴ میں یہ الفاظ ’و ھل وراء ھذا الشر خیر؟ ‘(اور کیا اس شر کے پیچھے خیر ہوگا؟) روایت کیے گئے ہیں؛ ابوداؤد، رقم ۴۲۴۴ میں یہ الفاظ ’یا رسول اللّٰہ، ثم ماذا یکون؟ ‘(یارسول اللہ، پھر کیا ہوگا؟) روایت کیے گئے ہیں؛ احمد، رقم ۲۳۴۷۳ میں یہ الفاظ ’ثم ماذا؟ ‘(پھر کیا ہوگا؟) روایت کیے گئے ہیں؛ احمد، رقم ۲۳۴۷۶ میں روایت کیا گیا ہے کہ صحابی (رضی اللہ عنہ) نے کہا: ’و ھل بعد ھذا السیف بقیة؟ ‘(اور کیا اس تلوار کے بعد کچھ باقی رہے گا؟)۔

بعض روایات، مثلاً ابوداؤد، رقم ۴۲۴۶ میں ’نعم، و فیه دخن ‘(ہاں، مگر اس میں غبار (یا شر کا بادل) ہوگا)

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

کے الفاظ کے بجاے 'یا حذیفة، تعلم کتاب اللّٰه و اتبع ما فیه' (اے حذیفہ، کتاب اللہ سیکھو اور جو اس میں ہے، اس کی پیروی کرو) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں؛ احمد، رقم ۲۳۴۷۳ میں یہ الفاظ 'ثم تکون ھدنة علی دخن' (پھر امن ہوگا جس پر شر کا غبار چھایا ہوگا) روایت کیے گئے ہیں؛ احمد، رقم ۲۳۴۷۶ میں یہ الفاظ 'نعم، تکون إمارة علی أقذاء و ھدنة علی دخن' (ہاں اندھے پن پر مبنی حکومت ہوگی اور امن ہوگا جس پر شر کا غبار چھایا ہوگا) روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً مسلم، رقم ۱۸۴۷ب میں 'و ما دخنه؟' (اس میں غبار کیسا ہوگا؟) کے الفاظ کے بجاے 'کیف؟' (کیسے؟) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں؛ بیہقی، رقم ۱۶۳۹۴ میں یہ الفاظ 'کیف یکون؟' (وہ کیسا ہوگا؟) روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً مسلم، رقم ۱۸۴۷ا میں 'قوم یھدون بغیر ھدیی تعرف منھم و تنکر' (ایسے لوگ ہوں گے جو اس ہدایت کے علاوہ کسی اور ہدایت پر حکومت کریں گے جو میں لے کر آیا ہوں، تم ان میں اچھے اور برے، دونوں اعمال دیکھو گے) کے الفاظ کے بجاے 'قوم یستنون بغیر سنتی و یھدون بغیر ھدیی تعرف منھم و تنکر' (ایسے لوگ ہوں گے جو میرے طریقے کے علاوہ دوسرے طریقے قائم کریں گے اور ایسے لوگ ہوں گے جو اس ہدایت کے علاوہ کسی اور ہدایت پر حکومت کریں گے جو میں لے کر آیا ہوں، تم ان میں اچھے اور برے، دونوں اعمال دیکھو گے) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں؛ احمد، رقم ۲۳۴۷۳ب میں یہ الفاظ 'قلوب لا تعود علی ما کانت' (دل ایسے نہیں ہوں گے، جیسے چہروں سے ظاہر ہوتا ہے) روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً مسلم، رقم ۱۸۴۷ب میں 'فھل بعد ذلك الخیر من شر؟' (تو کیا اس خیر کے بعد شر ہوگا؟) کے الفاظ کے بجاے 'فھل وراء ذلك الخیر شر؟' (تو کیا اس خیر کے پیچھے شر ہوگا؟) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں؛ بیہقی، رقم ۱۶۳۸۷ میں یہ الفاظ 'ھل بعد ذلك الخیر من شر؟' (کیا اس خیر کے بعد شر ہوگا؟) روایت کیے گئے ہیں؛ احمد، رقم ۲۳۴۷۳ب میں یہ الفاظ 'ثم ماذا؟' (پھر کیا ہوگا؟) روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً مسلم، رقم ۱۸۴۷ا ب میں 'نعم، دعاة إلی أبواب جھنم. من أجابھم إلیھا قذفوه فیھا' (ہاں، ایسے لوگ ہوں گے جو دوزخ کے دروازوں کی طرف بلا رہے ہوں گے، جس نے اس کی طرف ان کی

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

دعوت قبول کی، وہ اسے اس میں جھونک دیں گے) کے الفاظ کے بجائے 'یکون بعدی أئمة لا یهتدون بهدای ولا یستنون بسنتی وسیقوم فیهم رجال قلوبهم قلوب الشیاطین فی جثمان إنس' (میرے بعد ایسے حکمران ہوں گے جو میری ہدایت پر عمل پیرا نہیں ہوں گے اور میرے طریقے پر نہیں چلیں گے اور ان میں ایسے آدمی کھڑے ہوں گے جن کے دل انسانی جسموں میں شیاطین کے دل ہوں گے) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں؛ ابن ماجہ، رقم ۳۹۸۱ میں یہ الفاظ 'تکون فتن علی أبوابها دعاة إلی النار' (دروازوں پر فتنے ہوں گے جن پر ایسے لوگ ہوں گے جو دوزخ کی طرف بلا رہے ہوں گے) روایت کیے گئے ہیں؛ احمد، رقم ۲۳۴۷۳ میں یہ الفاظ 'ثم تکون دعاة الضلالة' (پھر گمراہی کی طرف بلانے والے ہوں گے) روایت کیے گئے ہیں؛ احمد، رقم ۲۳۴۷۶ میں یہ الفاظ 'ثم تنشأ دعاة الضلالة' (پھر گمراہی کی طرف بلانے والے پیدا ہوں گے) روایت کیے گئے ہیں؛ عبدالرزاق، رقم ۲۰۷۱۱ میں ان الفاظ کے مترادف الفاظ 'ثم ینشأ دعاة الضلالة' (پھر گمراہی کی طرف بلانے والے پیدا ہوں گے) روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً مسلم، رقم ۱۸۴۷ میں 'هم من جلدتنا ویتکلمون بألسنتنا' (وہ ہمارے جیسے ہوں گے اور ہماری زبان میں بات کریں گے) کے الفاظ کے بجائے 'قوم من جلدتنا ویتکلمون بألسنتنا' (وہ لوگ ہمارے جیسے ہوں گے اور ہماری زبان میں بات کریں گے) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں؛ بیہقی، رقم ۱۶۵۷۲ میں یہ الفاظ 'هم من جلدتنا، یتکلمون بألسنتنا' (وہ ہمارے جیسے ہوں گے، ہماری زبان میں بات کریں گے) روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً مسلم، رقم ۱۸۴۷ میں 'فما تأمرنی إن أدرکنی ذلك؟' (اگر میں یہ زمانہ پاؤں تو آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟) کے الفاظ کے بجائے 'یا رسول الله، فما تری إن أدرکنی ذلك؟' (یا رسول اللہ، اگر میں یہ زمانہ پاؤں تو آپ کی کیا راے ہے؟) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً مسلم، رقم ۱۸۴۷ب میں 'کیف أصنع یا رسول الله، إن أدرکت ذلك؟' (یا رسول اللہ، اگر میں یہ زمانہ پاؤں تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً مسلم، رقم ۱۸۴۷ب میں 'تلزم جماعة المسلمین وإمامهم' (مسلمانوں کے نظم اجتماعی

کے ساتھ وابستہ رہو اور ان کے حکمران کے تابع فرمان رہو) کے الفاظ کے بجاے 'تسمع و تطیع للأمیر و إن ضرب ظهرك و أخذ مالك فاسمع و أطع' (حکمران کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو، اگرچہ وہ تمھیں سزا دے اور تمھارا مال چھین لے، تم اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں؛ احمد، رقم ۲۳۴۷۳ میں یہ الفاظ 'فإن رأیت یومئذ خلیفة اللّٰه فی الأرض فالزمه و إن نهك جسمك و أخذ مالك' (اس دوران میں اگر تم زمین میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ دیکھو تو اس سے وابستہ رہو، اگرچہ وہ تمھیں سزا دے اور تمھارا مال چھین لے) روایت کیے گئے ہیں؛ احمد، رقم ۲۳۴۷۶ میں یہ الفاظ 'فإن کان للّٰه یومئذ فی الأرض خلیفة جلد ظهرك و أخذ مالك فألزمه' (اس دوران میں اگر زمین میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہو جو تمھیں سزا دے اور تمھارا مال چھین لے، اس سے وابستہ رہو) روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً مسلم، رقم ۴۷۸۴ میں 'و لو أن تعض بأصل شجرة' (اگرچہ تمھیں ایک درخت کی جڑ اپنے دانتوں سے پکڑنی پڑے) کے الفاظ کے بجاے ان کے مترادف الفاظ 'و لو أن تعض علی أصل شجرة' (اگرچہ تمھیں ایک درخت کی جڑ اپنے دانتوں سے پکڑنی پڑے) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں؛ احمد، رقم ۲۳۴۷۳ میں یہ الفاظ 'فإن لم تره فاهرب فی الأرض و لو أن تموت و أنت عاض بجذل شجرة' (اگر تم حکمران نہ دیکھو تو کسی اور زمین کی طرف بھاگ جاؤ، اگرچہ ایک درخت کی جڑ پکڑتے ہوئے تمھیں موت آ جائے) روایت کیے گئے ہیں؛ احمد، رقم ۲۳۴۷۶ میں یہ الفاظ 'و إلا قمت و أنت عاض علی جذل شجرة' (ورنہ تم اکیلے کھڑے ہو، جبکہ تم نے ایک درخت کی جڑ کو پکڑا ہو) روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً بیہقی، رقم ۱۶۳۸۷ میں 'و أنت علی ذلك' (جبکہ تم اسی حالت میں ہو) کے الفاظ کے بجاے ان کے مترادف الفاظ 'و أنت کذلك' (جبکہ تم اسی حالت میں ہو) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں۔

احمد، رقم ۲۳۴۷۳ میں 'قال: قلت: ثم ماذا؟ قال: ثم یخرج الدجال، قال: قلت: فیم یجیء به معه؟ قال: بنهر أو قال: ماء و نار، فمن دخل نهره حط أجره و وجب وزره و من دخل ناره وجب أجره و حط وزره، قال: قلت: ثم ماذا؟ قال: لو أنتجت فرسًا لم ترکب فلوها حتی تقوم الساعة' (راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا: پھر کیا ہوگا؟ آپ نے ارشاد فرمایا: پھر دجال نکلے گا، راوی

کہتے ہیں کہ میں نے کہا: وہ اپنے ساتھ کیا لے کر آئے گا؟ آپ نے فرمایا: ایک نہر یا فرمایا: پانی اور آگ، چنانچہ جو اس کی نہر میں داخل ہوا، اس کا اجر ضائع ہو گیا اور اس کا بوجھ واجب ہو گیا اور جو اس کی آگ میں داخل ہو گیا، اس کا اجر واجب ہو گیا اور اس کا بوجھ ضائع ہو گیا، راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا: پھر کیا ہو گا؟ آپ نے فرمایا: اگر ایک گھوڑی ایک گھوڑا جنے تو تم قیامت تک اس پر سوار نہیں ہوسکو گے) کے الفاظ کا اضافہ روایت کیا گیا ہے؛ احمد، رقم ۲۳۴۷۳ میں یہ اضافی الفاظ 'قال: قلت: ثم ماذا؟ قال: یخرج الدجال بعد ذلك معه نهر و نار، من وقع فی ناره وجب أجره وحط وزره ومن وقع فی نهره وجب وزره وحط أجره، قال: قلت: ثم ماذا؟ قال: ثم ینتج المهر فلا یرکب حتی تقوم الساعة' (راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا: پھر کیا ہو گا؟ آپ نے ارشاد فرمایا: اس کے بعد دجال نکلے گا جس کے پاس ایک نہر اور آگ ہو گی، جو اس کی آگ میں گر پڑا، اس کا اجر واجب ہو گیا اور اس کا بوجھ ضائع ہو گیا، اور جو اس کی نہر میں گر پڑا، اس کا بوجھ واجب ہو گیا اور اس کا اجر ضائع ہو گیا، راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا: پھر کیا ہو گا؟ آپ نے فرمایا: پھر گھوڑی بچہ جنے گی اور قیامت تک کوئی بھی اس پر سوار نہیں ہو گا) روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً سنن النسائی الکبریٰ، رقم ۸۰۳۲ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے درمیان ہونے والا مکالمہ مختلف الفاظ میں روایت کیا گیا ہے۔ وہ درج ذیل ہے:

قلت: یا رسول اللّٰه، بعد هذا الخیر شر؟ قال: یا حذیفة، تعلم کتاب اللّٰه واتبع ما فیه، ثلاث مرار. قلت: یا رسول اللّٰه، أبعد هذا الخیر شر؟ قال: یا حذیفة، تعلم کتاب اللّٰه واتبع ما فیه، ثلاث مرار. قلت: یا رسول اللّٰه، أبعد هذا الخیر شر؟ قال: هدنة علی دخن، وجماعة علی أقذاء فیها. قلت: یا رسول اللّٰه، أبعد هذا الخیر شر؟ قال: یا حذیفة، تعلم کتاب اللّٰه واتبع ما فیه، ثلاث مرار. قلت: یا رسول اللّٰه، أبعد	''میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ، کیا اس خیر کے بعد شر ہو گا؟ آپ نے تین مرتبہ فرمایا: اے حذیفہ، کتاب اللہ سیکھو اور جو اس میں ہے، اس کی پیروی کرو۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ، کیا اس خیر کے بعد شر ہو گا؟ آپ نے تین مرتبہ فرمایا: اے حذیفہ، کتاب اللہ سیکھو اور جو اس میں ہے، اس کی پیروی کرو۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ، کیا اس خیر کے بعد شر ہو گا؟ آپ نے فرمایا: کچھ غبار کے ساتھ امن ہو گا اور ایک صاحب حکومت گروہ اپنی اندھی آنکھوں کے ساتھ۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ، کیا اس خیر کے بعد شر ہو گا؟ آپ

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

هذا الخیر شر؟ قال: فتنة عمیاء صماء علیها دعاة علی أبواب النار، وأن تموت، یا حذیفة، وأنت عاض علی جذل خیر لك من أن تتبع أحدًا منهم.

نے تین مرتبہ فرمایا: اے حذیفہ، کتاب اللہ سیکھو اور جو اس میں ہے، اس کی پیروی کرو۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ، کیا اس خیر کے بعد شر ہو گا؟ آپ نے فرمایا: ایک آزمایش ہو گی جس میں لوگ اندھے اور بہرے ہو گے اور ان پر ایسے حکمران ہوں گے جو ان کو دوزخ کے دروازوں پر بلا رہے ہوں گے۔ اے حذیفہ، تیرا فوت ہونا اس سے بہتر ہے کہ تو ان میں سے کسی کی پیروی کرے، جبکہ تم نے اپنے دانتوں کے ساتھ ایک جڑ کو پکڑ رکھا ہو۔''

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

بعض روایات، مثلاً ابوداؤد، رقم ۴۲۴۶ میں 'جماعة علی أقذاء فیها' (اور اندھی آنکھوں کے ساتھ حکومت کرنے والا ایک گروہ) کے الفاظ کے بجاے ان کے مترادف الفاظ 'جماعة علی أقذاء فیهم' (اور اندھی آنکھوں کے ساتھ حکومت کرنے والا ایک گروہ) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں، جس کے بعد روایت کیا گیا ہے کہ صحابی حضرت حذیفہ بن یمان نے سوال کیا: 'یا رسول اللّٰه، الهدنة علی دخن، ما هی؟' (یا رسول اللہ، غبار کے ساتھ امن، یہ کیا ہے؟) روایت کیا گیا ہے، جبکہ اس کے جواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد 'لا ترجع قلوب أقوام علی الذی کانت علیه' (لوگوں کے چہروں سے جو ظاہر ہوتا ہے، وہ ان کے دلوں میں نہیں ہے) روایت کیا گیا ہے۔

بعض روایات، مثلاً ابوداؤد، رقم ۴۲۴۶ میں 'وأن تموت' (اور یہ کہ تم وفات پا جاؤ) کے الفاظ کے بجاے ان کے مترادف الفاظ 'فإن تمت' (اگر تم وفات پا جاؤ) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً سنن النسائی الکبریٰ، رقم ۸۰۳۳ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے درمیان اسی طرح کا مکالمہ روایت کیا گیا ہے۔ وہ درج ذیل ہے:

قلت: یا رسول اللّٰه، هل بعد الخیر من شر؟ قال: یا حذیفة، تعلم کتاب اللّٰه واعمل

''میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ، کیا خیر کے بعد شر ہو گا؟ آپ نے فرمایا: اے حذیفہ، کتاب اللہ سیکھو اور جو

بما فيه، فأعدت عليه القول ثلاثا، فقال في الثالثة: فتنة واختلاف. قلت: يا رسول اللّٰه، هل بعد ذلك الشر من خير؟ قال: يا حذيفة، تعلم كتاب اللّٰه واعمل بما فيه ثلاثا، ثم قال في الثالثة: هدنة على دخن وجماعة على قذى فيها. قلت: يا رسول اللّٰه، هل بعد ذلك الخير من شر؟ قال: يا حذيفة، تعلم كتاب اللّٰه واعمل بما فيه ثلاثا، ثم قال في الثالثة: فتن على أبوابها دعاة إلى النار فلأن تموت وأنت عاض على جذل خير لك من أن تتبع أحدًا منهم.

اس میں ہے، اس پر عمل کرو، یہ قول میں نے آپ سے تین مرتبہ کہا اور تیسری مرتبہ آپ نے فرمایا: فتنہ اور اختلاف۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ، کیا اس شر کے بعد خیر ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اے حذیفہ، کتاب اللہ سیکھو اور جو اس میں ہے، اس پر عمل کرو، پھر تیسری مرتبہ فرمایا: کچھ غبار کے ساتھ امن ہو گا اور ایک صاحب حکومت گروہ اپنی اندھی آنکھوں کے ساتھ۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ، کیا اس خیر کے بعد شر ہو گا؟ آپ نے تین مرتبہ فرمایا: اے حذیفہ، کتاب اللہ سیکھو اور جو اس میں ہے، اس پر عمل کرو، پھر تیسری مرتبہ فرمایا: فتنے ہوں گے، جن کے دروازوں پر ایسے لوگ ہوں گے جو دوزخ کی طرف بلا رہے ہوں گے، اس لیے تیرا فوت ہونا اس سے بہتر ہے کہ تو ان میں سے کسی کی پیروی کرے، جبکہ تم نے اپنے دانتوں کے ساتھ ایک جڑ کو پکڑ رکھا ہو۔''

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۲۳۴۹۶ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب 'إقرأ كتاب اللّٰه واعمل بما فيه' (کتاب اللہ پڑھو اور جو اس میں ہے، اس پر عمل کرو) روایت کیا گیا ہے؛ ابن حبان، رقم ۱۱۷ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد 'يا حذيفة، عليك بكتاب اللّٰه فتعلمه واتبع ما فيه خيرًا لك' (اے حذیفہ، کتاب اللہ کے ساتھ وابستہ رہو، اسے سیکھو اور جو اس میں ہے، اس پر عمل کرو، یہ تمھارے لیے بہتر ہوگا) روایت کیا گیا ہے۔

بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۲۳۴۹۶ میں ابتدائی نجات کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد 'نعم فتنة عمياء صماء ودعاة ضلالة على أبواب جهنم من أجابهم قذفوه فيها' (ہاں، ایک آزمایش ہوگی جس میں لوگ اندھے اور بہرے ہوگے اور دوزخ کے دروازوں پر ایسے لوگ ہوں گے جو گمراہی کی طرف بلا رہے ہوں گے، جس نے ان کی دعوت قبول کی، اسے وہ دوزخ میں جھونک دیں گے) روایت کیا گیا ہے۔

بعض روایات، مثلاً ابوداؤد، رقم ۴۲۴۴ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابی حضرت حذیفہ بن یمان رضی

اللہ عنہ کے درمیان ہونے والا مکمل طور پر مکالمہ مختلف روایت کیا گیا ہے۔ وہ درج ذیل ہے:

قلت: يا رسول اللّٰه، أرأيت هذا الخير الذى أعطانا اللّٰه أيكون بعده شر كما كان قبله؟ قال: نعم. قلت: فما العصمة من ذلك؟ قال: السيف. قلت: يا رسول اللّٰه، ثم ماذا يكون؟ قال: إن كان للّٰه خليفة فى الأرض فضرب ظهرك وأخذ مالك فأطعه وإلا فمت وأنت عاض بجذل شجرة. قلت: ثم ماذا؟ قال: ثم يخرج الدجال معه نهر ونار. فمن وقع فى ناره وجب أجره وحط وزره ومن وقع فى نهره وجب وزره وحط أجره. قال: قلت: ثم ماذا؟ قال: ثم هى قيام الساعة.

''میں نے عرض کیا: یارسول اللہ، اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو خیر عطا کی ہے، اس کے بارے میں آپ کی کیا راے ہے، کیا اس کے بعد پہلے کی طرح شر ہو گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں، میں نے عرض کیا: تو اس سے کیسے بچا جائے؟ آپ نے فرمایا: تلوار سے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ، پھر کیا ہو گا؟ آپ نے فرمایا: اگر زمین میں اللہ تعالیٰ کا حکمران ہو اور تجھے سزا دے اور تیرا مال چھین لے تو اس کی اطاعت کرو، ورنہ تجھے موت آئے تو اس حال میں کہ تو نے ایک درخت کی جڑ کو اپنے دانتوں کے ساتھ پکڑا ہو، میں نے عرض کیا: پھر کیا ہو گا؟ آپ نے فرمایا: پھر دجال نکلے گا جس کے پاس ایک نہر اور ایک آگ ہو گی۔ چنانچہ جو اس کی آگ میں گر پڑا، اس کا اجر واجب ہو گیا اور اس کا بوجھ ضائع ہو گیا، اور جو اس کی نہر میں گر پڑا، اس کا بوجھ واجب ہو گیا اور اس کا اجر ضائع ہو گیا۔ راوی کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: پھر کیا ہو گا؟ آپ نے فرمایا: پھر یہ روز قیامت کی ساعت ہو گی۔''

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

دین و دانش

جاوید احمد غامدی

خلافت

[''اسلام اور ریاست ـــــ ایک جوابی بیانیہ'' پر تنقیدات کے جواب میں لکھا گیا۔]

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اِس میں شبہ نہیں کہ خلافت کا لفظ اب کئی صدیوں سے اصطلاح کے طور پر استعمال ہوتا ہے، لیکن یہ ہرگز کوئی دینی اصطلاح نہیں ہے۔ دینی اصطلاحات رازی، غزالی، ماوردی، ابن حزم اور ابن خلدون کے بنانے سے نہیں بنتیں اور نہ ہر وہ لفظ جسے مسلمان کسی خاص مفہوم میں استعمال کرنا شروع کر دیں، دینی اصطلاح بن جاتا ہے۔ یہ اللہ اور اُس کے رسولوں کے بنانے سے بنتی ہیں اور اُسی وقت قابل تسلیم ہوتی ہیں، جب اِن کا اصطلاحی مفہوم قرآن وحدیث کے نصوص یا دوسرے الہامی صحائف سے ثابت کر دیا جائے۔ صوم، صلوٰۃ اور حج و عمرہ وغیرہ اِسی لیے دینی اصطلاحات ہیں کہ اُنھیں اللہ اور اُس کے رسولوں نے یہ حیثیت دی ہے اور جگہ جگہ اُن کے اصطلاحی مفہوم میں استعمال کیا ہے۔ لفظ 'خلافت' اِس کے برخلاف عربی زبان کا ایک لفظ ہے اور نیابت، جانشینی اور حکومت و اقتدار کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ اِس کے لغوی مفاہیم ہیں اور قرآن وحدیث میں ہر جگہ یہ اپنے اِن لغوی مفاہیم ہی میں سے کسی ایک مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ قرآن کی جو آیات 'خلیفہ' اور 'خلافت' کے الفاظ کو اُن کے ترجمے میں بعینہٖ قائم رکھ کر لوگوں کو یہ باور کرانے کے لیے پیش کی گئی ہیں کہ قرآن نے یہ لفظ کسی خاص اصطلاحی مفہوم میں استعمال کیا ہے، اُنھیں کسی مستند ترجمے یا تفسیر میں دیکھ لیجیے، حقیقت اِس طرح واضح ہو جائے گی کہ آپ کے پاس بھی تبصرے کے لیے کوئی الفاظ باقی نہیں رہیں گے، جس طرح کہ میرے ناقدین میں سے ایک صاحب علم کے پاس نہیں رہے ہیں۔ میں یہاں دو جلیل القدر علما کے تراجم پیش کیے دیتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے:

۱۔سورۂ بقرہ (۲) کی آیت ۳۰۔

''اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو، مجھ کو بنانا ہے زمین میں ایک نائب۔'' (شاہ عبد القادر)

''اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو کہ میں بنانے والا ہوں زمین میں ایک نائب۔'' (مولانا محمود الحسن)

۲۔سورۂ ص (۳۸) کی آیت ۲۶۔

''اے داؤد، ہم نے کیا تجھ کو نائب ملک میں، سو تو حکومت کر لوگوں میں انصاف سے۔'' (شاہ عبد القادر)

''اے داؤد، ہم نے کیا تجھ کو نائب ملک میں، سو تو حکومت کر لوگوں میں انصاف سے۔'' (مولانا محمود الحسن)

۳۔سورۂ نور (۲۴) کی آیت ۵۵۔

''وعدہ دیا اللہ نے جو لوگ تم میں ایمان لائے ہیں اور کیے ہیں اُنھوں نے نیک کام، البتہ پیچھے حاکم کرے گا اُن کو ملک میں، جیسا حاکم کیا تھا اُن سے اگلوں کو۔'' (شاہ عبد القادر)

''وعدہ کر لیا اللہ نے اُن لوگوں سے جو تم میں ایمان لائے ہیں اور کیے ہیں اُنھوں نے نیک کام، البتہ پیچھے حاکم کرے گا اُن کو ملک میں، جیسا حاکم کیا تھا اُن سے اگلوں کو۔'' (مولانا محمود الحسن)

'نائب' اور 'حاکم' کے الفاظ اِن آیتوں میں 'خَلِیُفَة' اور 'اِسْتِخْلَاف' کا ترجمہ ہیں اور صاف واضح ہے کہ اپنے اندر کوئی دینی مفہوم نہیں رکھتے، الّا یہ کہ کوئی شخص یہ دعویٰ کرنے کا حوصلہ کر لے کہ عربی زبان کا ہر وہ لفظ جو قرآن میں استعمال کیا گیا ہو، دینی اصطلاح بن جاتا ہے۔

یہی صورت حال احادیث و آثار کی ہے۔ اُن میں بھی لفظ 'خلافت' اور اِس کے تمام مشتقات اُنھی مفاہیم میں استعمال کیے گئے ہیں جو اوپر بیان ہوئے ہیں، یہاں تک کہ جانشین کے معنی میں لفظ 'خَلِیُفَة' خود اللہ تعالیٰ کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ یہی سبب ہے کہ 'ہدایت یافتہ حکومت' یا 'نبوت کے طریقے پر حکومت'، جیسے مدعا کو ادا کرنا مقصود ہو تو اُس کے لیے یہ لفظ تنہا کافی نہیں ہوتا، بلکہ اِس کے ساتھ 'راشدہ' اور 'علیٰ منہاج النبوۃ' جیسی تعبیرات کا اضافہ کرنا پڑتا ہے۔ ہمارے علما نے اِسی طرح کی تعبیرات کو مقدر مان کر خلافت کو ایک اصطلاح بنایا ہے۔ اِس لحاظ سے یہ مسلمانوں کے علم سیاست اور عمرانیات کی ایک اصطلاح تو یقیناً ہو سکتی ہے، جیسے فقہ، کلام، حدیث اور اِس طرح کے دوسرے علوم کی اصطلاحات ہیں، مگر دینی اصطلاح نہیں ہو سکتی۔ اللہ اور رسول کے سوا کسی کی ہستی نہیں ہے کہ وہ کسی لفظ کو دینی اصطلاح قرار دے۔ یہ اُنھی کا حق ہے اور کسی لفظ کے بارے میں یہ دعویٰ کہ وہ دینی اصطلاح ہے، اُنھی کے ارشادات سے ثابت کیا جائے گا۔ یہ ابن خلدون کے مقدمے سے ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

رہی یہ بات کہ دنیا میں مسلمانوں کی ایک ہی حکومت ہونی چاہیے اور یہ اسلام کا حکم ہے تو قرآن سے واقف ہر صاحب علم جانتا ہے کہ وہ اِس طرح کے کسی حکم سے یکسر خالی ہے۔ دو حدیثیں، البتہ اِس کے حق میں پیش کی جاتی ہیں: اُن میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل پر نبی حکومت کرتے تھے۔ چنانچہ ایک نبی دنیا سے رخصت ہوتا تو دوسرا اُس کی جگہ لے لیتا تھا، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے، حکمران، البتہ ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ پوچھا گیا: اُن کے بارے میں آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: پہلے کے ساتھ عہد اطاعت کو پورا کرو، پھر اُس کے ساتھ جو اُس کے بعد پہلا ہو*۔ دوسری یہ ہے کہ جب دو حکمرانوں کی بیعت کر لی جائے تو دوسرے کو قتل کر دو**۔ اِس دوسری حدیث پر تو اگرچہ سند کے لحاظ سے بھی بہت کچھ کلام کیا گیا ہے، لیکن برسبیل تنزل مان لیجیے، تب بھی یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ اِن حدیثوں میں وہ بات ہرگز نہیں کہی گئی جو اِن سے ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اِن میں جو کچھ کہا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ مسلمان اگر اپنی حکومت کے لیے کسی شخص کے ہاتھ پر بیعت کر لیں اور اِس کے بعد کوئی دوسرا بغاوت کر کے اٹھ کھڑا ہو اور لوگوں کو بیعت کی دعوت دے تو ہر مسلمان کو پہلی بیعت پر قائم رہنا چاہیے۔ نیز یہ کہ اگر دوسرا اپنی حکومت کا اعلان کر دے اور کچھ لوگ اُس کی بیعت بھی کر لیں تو اُس کو قتل کر دیا جائے۔

یہ، ظاہر ہے کہ ایسی ہدایات ہیں جن کی معقولیت ہر شخص پر واضح کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد جب انصار میں سے ایک شخص نے یہ تجویز پیش کی کہ انصار اور مہاجرین، دونوں میں سے ایک ایک حکمران بنا لیا جائے تو سیدنا عمر نے اِسی اصول پر فرمایا کہ یہ تو ایک نیام میں دو تلواریں ہو جائیں گی اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی اِس موقع پر لوگوں کو متنبہ کیا کہ ایک ہی مملکت میں دو حکمران نہیں ہو سکتے۔ اِس لیے کہ اِس کا نتیجہ یہی نکلے گا کہ سخت اختلافات پیدا ہو جائیں گے، صلاح کے بجائے فساد بڑھے گا، پورا نظم منتشر ہو کر رہ جائے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جس طریقے پر چھوڑا تھا، اُس کی جگہ یہ بدعت لے لے گی کہ ایک ہی مملکت میں دو لوگ حکومت کر رہے ہوں گے***۔

اِن روایتوں کی نسبت اگر خدا کے پیغمبر کی طرف صحیح ہے تو آپ نے جو کچھ فرمایا، وہ یہی تھا۔ اِن سے یہ بات کسی

---

* بخاری، رقم ۳۴۵۵۔ مسلم، رقم ۱۸۴۲۔

** مسلم، رقم ۱۸۵۳۔

*** السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۱۶۵۴۹-۱۶۵۵۰۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

منطق سے بھی برآمد نہیں کی جاسکتی کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو دنیا میں ایک ہی حکومت قائم کرنے کا حکم دیا ہے اور اسلام کے داعی اگر کبھی امریکہ، برطانیہ یا دنیا کے کسی دوسرے ملک میں لوگوں کی اکثریت کو مشرف بہ اسلام کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو اِن احادیث و آثار کی رو سے وہ اپنے ملک میں اپنی الگ حکومت قائم نہیں کر سکتے اور اگر کریں گے تو گناہ گار ہوں گے، جس طرح کہ اِس وقت پچاس کے قریب ممالک کے مسلمان ہو رہے ہیں۔

علما کو متنبہ رہنا چاہیے کہ خدا کے دین میں جو بات جتنی ہو، اُسے اتنا ہی رکھا جائے۔ یہ کسی عالم اور فقیہ اور محدث کا حق نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو ایک ایسی بات کا مکلّف ٹھیرائے جس کا مکلّف اُن کے پروردگار نے اُن کو نہیں ٹھیرایا ہے۔ چنانچہ میں نے لکھا ہے اور ایک مرتبہ پھر دہرا رہا ہوں کہ جن ملکوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے، اُن کی ایک ریاست ہاے متحدہ کا قیام ہم میں سے ہر شخص کی خواہش ہو سکتی ہے اور ہم اِس کو پورا کرنے کی جدوجہد بھی کر سکتے ہیں، لیکن اِس خیال کی کوئی بنیاد نہیں ہے کہ یہ اسلامی شریعت کا کوئی حکم ہے جس کی خلاف ورزی سے مسلمان گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

[۲۰۱۵ء]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

محمد وسیم اختر مفتی

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ

(۱)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

کلاب بن مرہ (پیدایش: ۳۷۳ء) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچویں جد تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کی بیوہ فاطمہ بنت سعد نے (بنو قضاعہ کی شاخ) بنو عذرہ کے ربیعہ بن حرام سے شادی کی اور چھوٹے بیٹے زید کو لے کر شام چلی گئیں۔ گھر سے دور پرورش پانے کی وجہ سے زید قصی کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ بنو عذرہ کے کسی شخص سے ان کا جھگڑا ہوا تو اس نے انھیں دخیل ہونے کا طعنہ دیا۔ چنانچہ یہ اپنے ددھیال مکہ لوٹ آئے۔ اس وقت بنو خزاعہ بیت اللہ کے متولی تھے۔ قصی نے حلیل بن حبشیہ خزاعی کی بیٹی حبی سے شادی کی۔ ان کے چار بیٹے ہوئے: مغیرہ (عبد مناف)، عبداللہ (عبدالدار)، عبدالعزیٰ اور عبد۔ وادی غیر ذی زرع میں قصی کو ایک مرتبہ مل گیا تو انھوں نے بنو خزاعہ اور بنو بکر سے جنگ کر کے کعبہ کی تولیت حاصل کر لی، کیونکہ وہ قریش کا حق ان قبیلوں سے فائق سمجھتے تھے۔ قصی بوڑھے ہوئے تو بڑے بیٹے عبداللہ کو کعبہ کی کنجیاں دیں اور کہا کہ تم حاجیوں کو کھلانے پلانے کے ذمہ دار ہو۔ قریش کوئی صلاح مشورہ کرنا چاہیں تو تمھارے گھر دارالندوہ میں کریں گے۔ جنگ کرنا ہوئی تو قریش کا پرچم بھی تمھی اٹھاؤ گے۔ فیروز آبادی کہتے ہیں کہ الدار ایک بت تھا جس کی نسبت سے عبداللہ عبدالدار کے نام سے مشہور ہو گئے (القاموس المحیط)۔ تاہم عبداللہ بن عباس کی وہ روایت درست معلوم ہوتی ہے جو قصی سے منسوب کی گئی ہے کہ میں نے اپنے دو بیٹوں کو اپنے معبود سے وابستہ کیا (یعنی عبد مناف اور عبدالعزیٰ)، ایک کو اپنے دار، کعبہ سے (یعنی عبدالدار) اور ایک کی نسبت خود سے قائم کی (یعنی عبد یا عبد قصی۔ الطبقات الکبریٰ، ابن سعد ۱/ ۴۴)۔ اس طرح کے نام رکھنے

والے جن اصحاب کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی، آپ نے ان کے ناموں میں سے شرک کے عنصر کو ختم کیا۔ جیسے عبد یغوث بن ارقم اور عبدعوف بن اصرم، دونوں ناموں کو عبداللہ سے تبدیل فرما دیا۔ قصی کی وفات ہوئی تو وراثت کا جھگڑا پھر اٹھ کھڑا ہوا، لیکن قصی کے پوتوں نے جنگ کرنے کے بجائے صلح صفائی سے کام لیا۔ تب حاجیوں کو کھلانے پلانے کی ذمہ داری (سقایہ و رفادہ) بنوعبد مناف کے حصے آئی اور کعبہ کی دربانی، صلح و جنگ میں مشاورت اور پرچم برداری (حجابہ، لواء اور ندوہ) بنوعبدالدار کو مل گئی۔ عبدالدار کے تین بیٹے، عبدمناف، عثمان اور سباق ہوئے۔ عبدمناف حضرت مصعب کے پردادا تھے۔ ہاشم بن عبد مناف کے بھی تین بیٹے تھے، عمیر، عامر اور شرحبیل۔ حضرت مصعب نے عمیر کے گھر جنم لیا، اندازہ لگایا گیا ہے کہ وہ ۵۹۴ء سے ۵۹۸ء تک کی درمیانی مدت میں پیدا ہوئے۔

حضرت مصعب بن عمیر کا شجرہ قصی بن کلاب پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرۂ نسب سے جا ملتا ہے۔ عبدالدار حضرت مصعب کے سکڑ دادا تھے، جبکہ ان کے بھائی عبدمناف آپ کے تیسرے جد تھے۔ حضرت مصعب اسی نسبت سے عبدری یا داری کہلاتے تھے۔ ابومحمد (ابوعبداللہ: ابن عبدالبر، ابن اثیر) حضرت مصعب کی کنیت تھی۔ حضرت مصعب کی والدہ خناس بنت مالک مشرکہ تھیں اور اپنے بیٹے کو نماز سے روکتی تھیں۔ حضرت مصعب کی اہلیہ حمنہ بنت جحش قبیلۂ بنو اسد سے تھیں۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

حضرت مصعب بن عمیر کے ترجمہ میں ذہبی نے 'السابق' لکھا ہے۔ تاہم ان کی نقل کردہ، ابن اسحاق کی مرتب کردہ السابقون الاولون کی فہرست میں حضرت مصعب کا نام شامل نہیں۔ ۴ نبوی (۶۱۴ء) میں حضرت مصعب کو پتا چلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار ارقم میں اسلام کی دعوت دے رہے ہیں تو وہاں پہنچے، آپ کی رسالت کی تصدیق کی اور اسلام قبول کیا، پھر اپنی والدہ اور اپنی قوم کے خوف سے ایمان چھپائے رکھا۔ آپ سے ملنے وہ دار ارقم جاتے رہتے، ایک بار ان کے چچیرے عثمان بن طلحہ نے انھیں دیکھ لیا تو ان کی والدہ کو خبر کر دی۔ ان کے گھر والوں نے انھیں ستون سے باندھ دیا۔ حضرت مصعب برابر قید میں رہے، حتیٰ کہ موقع پا کر گھر سے بھاگ آئے اور حبشہ جانے والے مہاجرین کے پہلے گروپ میں شامل ہو گئے۔ انھیں ہجرت حبشہ و مدینہ، دونوں کی سعادت حاصل ہوئی۔ ابن سعد نے مصعب کے ترجمے کا عنوان ''مصعب الخیر'' باندھا ہے۔ ہمیں یہ تفصیل معلوم نہیں ہو سکی کہ انھیں یہ لقب کب عطا کیا گیا۔ ایسی کوئی روایت نہیں ملی کہ اسے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز کیا ہو، جیسا کہ زید الخیل کے لقب کو آپ نے زید الخیر میں تبدیل فرما دیا۔ شاید یہ عبدالرحمٰن بن عوف کے الفاظ 'قتل مصعب بن عمیر و هو خير منی' (بخاری، رقم ۱۲۷۵) سے مستعار لیا گیا ہے۔

نبوت کے پانچویں سال جب مخلص اور کمزور اہل اسلام پر مشرکین مکہ کی ایذا رسانیاں حد سے بڑھ گئیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے ارشاد فرمایا: ''تم حبشہ کی سرزمین کو نکل جاؤ، وہاں ایسا بادشاہ حکمران ہے جس کی سلطنت میں ظلم نہیں کیا جاتا۔ وہ امن اور سچائی کی سرزمین ہے، (وہاں اس وقت تک قیام کرنا) جب تک اللہ تمھاری سختیوں سے چھٹکارے کی راہ نہیں نکال دیتا۔'' چنانچہ سب سے پہلے سولہ اہل ایمان، پیادہ وسوار شعیبہ کی بندرگاہ پر پہنچے اور نصف دینار کرایہ پر کشتی لے کر حبشہ روانہ ہوئے۔ قریش مہاجرین کے پیچھے پیچھے آئے، لیکن ان کی کشتی کھلے سمندر میں سفر شروع کر چکی تھی۔ بارہ مردوں اور چار عورتوں پر مشتمل اس قافلے کے شرکا یہ تھے: حضرت عثمان بن عفان، ان کی اہلیہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ، حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ، ان کی زوجہ حضرت سہلہ بنت سہیل، حضرت زبیر بن عوام، حضرت مصعب بن عمیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد، ان کی اہلیہ حضرت ام سلمہ بنت ابوامیہ، حضرت عثمان بن مظعون، حضرت عامر بن ربیعہ، ان کی بیوی حضرت لیلیٰ بنت ابوحثمہ (یا خیثمہ)، حضرت ابوسبرہ بن ابورہم، حضرت سہیل بن بیضا، حضرت حاطب بن عمرو اور حضرت عبداللہ بن مسعود۔ اسے ہجرت اولیٰ کہا جاتا ہے۔ چند ماہ کے بعد دو کشتیوں پر سوار تراسٹھ اہل ایمان کا دوسرا گروپ نکلا جس کی قیادت جعفر بن ابوطالب نے کی۔ کچھ لوگ اسے ہجرت ثانیہ کہتے ہیں، لیکن اصل میں یہ پہلی ہجرت ہی کا دوسرا مرحلہ تھا۔ حضرت مصعب کے سگے بھائی ابوالروم بن عمیر نے بھی اسلام لانے میں سبقت کی، وہ جعفر طیار کی قیادت میں حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے گروپ میں شامل ہوئے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

شوال ۵ نبوی میں قریش کے قبول اسلام کی افواہ حبشہ میں موجود مسلمانوں تک پہنچی تو ان میں سے کچھ یہ کہہ کر مکہ کی طرف واپس روانہ ہو گئے کہ ہمارے کنبے ہی ہمیں زیادہ محبوب ہیں۔ مکہ پہنچنے سے پہلے ہی ان کو معلوم ہو گیا کہ یہ اطلاع غلط تھی تو وہ پھر حبشہ لوٹ گئے، یہ ہجرت ثانیہ تھی۔ تاہم حضرت عثمان، ان کی اہلیہ حضرت رقیہ، حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ، ان کی اہلیہ حضرت سہلہ، حضرت زبیر بن عوام، حضرت مصعب بن عمیر، حضرت ابوعبیدہ بن جراح، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عثمان بن مظعون، حضرت عبداللہ بن جحش، حضرت ابوسلمہ اور ان کی اہلیہ حضرت ام سلمہ ان تینتیس اصحاب میں شامل تھے جو حبشہ واپس نہ گئے اور مکہ ہی میں مقیم ہو گئے۔ حضرت مصعب گھر پہنچے تو ان کی والدہ نے ان کی پختگی اور استواری دیکھ کر انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا۔

۱۱ نبوی کا آخری مہینا تھا۔ ایام حج ہونے کی وجہ سے عرب کے تمام علاقوں سے وفود مکہ پہنچ چکے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب سابق زائرین کعبہ کی قیام گاہوں پر جا کر اسلام کی دعوت پیش کی۔ ابوجہل اور ابولہب آپ کے

پیچھے پیچھے پھر رہے تھے تاکہ لوگوں کو آپ کی بات سننے سے روکیں۔ منیٰ سے مکہ کی طرف جاتے ہوئے عقبہ کے مقام پر جہاں جمرۂ عقبہ واقع ہے، یثرب کے قبیلۂ خزرج کے چھ (عروہ بن زبیر کی روایت کے مطابق: آٹھ) آدمیوں سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ آپ نے انھیں اسلام کی دعوت دی اور قرآن مجید کی چند آیات سنائیں۔ ان میں سے ایک نے کہا: واللہ، یہ تو وہی نبی موعود ہیں جن کا نام توریت میں درج ہے اور یہود ہمیں ان کی آمد سے ڈراتے ہیں۔ ان پر ایمان لے آؤ، ایسا نہ ہو کہ یہودی تم پر سبقت لے جائیں۔ خزرج کے ان سابقین الی الاسلام کے نام یہ تھے: اسعد بن زرارہ، عوف بن حارث، رافع بن مالک، قطبہ بن عامر، جابر بن عبداللہ اور عقبہ بن عامر۔ اسلام قبول کرنے کے بعد انھوں نے مدینہ جا کر اسلام کا چرچا کیا۔ چنانچہ اگلے سال ۱۲/ نبوی میں قبیلۂ خزرج کے دس اور بنواوس کے دو افراد آپ سے ملے، پچھلے سال نعمت ایمان سے سرفراز ہونے والے اصحاب کے ساتھ نئے اہل ایمان بھی ان میں شامل تھے۔ حضرت اسعد بن زرارہ، حضرت عوف بن حارث، حضرت رافع بن مالک، حضرت قطبہ بن عامر، حضرت عقبہ بن عامر، حضرت معاذ بن حارث، حضرت ذکوان بن عبد قیس، حضرت یزید بن ثعلبہ، حضرت عبادہ بن صامت، حضرت عباس بن عبادہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے، جبکہ حضرت ابوالہیثم (مالک) بن تیہان، اور حضرت عویم بن ساعدہ اوس سے تھے۔ انصار کے ان بارہ 'اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ'* کی بیعت ایمان بیعت عقبۂ اولیٰ کہلاتی ہے۔ اپنی قوم میں دین حق کا پرچار کرنے کے بعد انھوں نے معاذ بن عفرا (حارث) اور رافع بن مالک کو اس درخواست کے ساتھ آپ کے پاس دوبارہ بھیجا کہ ہمارے ساتھ ایسا کوئی شخص بھیجیں جو ہمیں دین سکھائے اور قرآن پڑھائے۔ تب آپ نے حضرت مصعب بن عمیر کا انتخاب کیا اور انھیں حکم دیا کہ اسلام کی طرف لپکنے والے اہل یثرب کو قرآن سکھائیں، شرائع اسلام کی تعلیم دینے کے ساتھ ان میں دین کی سوجھ بوجھ (تفقہ) پیدا کر دیں۔ حضرت مصعب اسعد بن زرارہ کے مہمان ہوئے۔ وہ انصار کے گھروں اور قبائل میں جاتے، ان کی کوششوں سے خزرج کا کوئی گھر ایسا نہ رہا جہاں رسول پاک کا ذکر نہ پہنچا ہو، انھیں قاری (قرآن پڑھنے والا) اور مقری (قرآن پڑھانے والا) کہا جانے لگا۔ یثرب میں ان کے ہاتھوں مسلمان ہونے والوں کی تعداد چالیس تک پہنچ گئی۔ حضرت مصعب نماز کی امامت بھی کرتے، اس کے باوجود ان کی سرگرمیاں خفیہ رہیں۔

حضرت مصعب بن عمیر کے ہاتھ پر ایمان لانے والے انصاری مسلمان: پہلے حضرت محمد بن مسلمہ، حضرت عباد بن بشر حضرت مصعب بن عمیر کی دعوت پر ایمان کی نعمت سے سرفراز ہوئے۔ ان کے بعد حضرت اسید بن حضیر، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت سعد بن معاذ نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

---

* التوبہ ۹: ۱۰۰۔

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

ایک بار حضرت اسعد بن زرارہ مصعب کو لے کر اوس کی شاخ بنوظفر کے باغ میں گئے جو مرق نامی کنویں پر واقع تھا۔ وہاں یثرب کے تازہ واردان اسلام بھی جمع ہو گئے۔ اسید بن حضیر اور حضرت مصعب کے خالہ زاد سعد بن معاذ بنوعبدالاشہل کے سردار تھے اور اس وقت تک دین شرک پر قائم تھے۔ حضرت سعد نے اسید سے کہا: یہ دونوں ہمارے گھروں میں گھس کر ہماری ہی قوم کے ضعیف الاعتقاد لوگوں کو بے وقوف بنانے آئے ہیں، انھیں سختی سے منع کر دو۔ اپنے خالہ زاد حضرت اسعد سے تعلقات کا خیال نہ ہوتا تو میں ان سے نمٹ چکا ہوتا۔ اس پر اسید نے اپنا نیزہ پکڑا اور ان دونوں کی طرف لپکے۔ انھیں آتا دیکھ کر حضرت اسعد نے حضرت مصعب سے کہا: یہ قوم کا سردار ہے، اس کے معاملے میں ٹھیک ٹھیک اللہ کی بات پہنچانے کا حق ادا کرنا۔ حضرت مصعب نے کہا: اگر یہ بیٹھ گیا تو میں اس سے بات کرلوں گا۔ اسید ان کے پاس بڑے درشت انداز میں آن کھڑے ہوئے اور حضرت مصعب سے مخاطب ہوئے: تو ہمارے شہر میں اس یکہ وتنہا کے پاس آن بسا ہے تاکہ ہمارے اندر پائے جانے والے تھڑ دلوں کو جھوٹ موٹ کی باتیں بتا کر نادان بنائے۔ حضرت مصعب اور حضرت اسعد اٹھ کر آ گئے، دوسری بار پھر ایسا ہوا تو حضرت مصعب نے کہا: آپ بیٹھ کر بات کیوں نہیں سن لیتے؟ اگر پسند آئے تو مان لینا اور اگر برا لگے تو پرے دھکیل دینا۔ اسید نے کہا: تو نے انصاف کی بات کی ہے، پھر اپنا برچھا زمین میں گاڑا اور بیٹھ گئے۔ حضرت مصعب نے ان کو اسلام کے بارے میں بتایا اور قرآن کی آیات پڑھ کر سنائیں تو وہ جھوم اٹھے اور کہا: کیا ہی خوب اور کیا ہی بھلا ہے یہ کلام! پھر پوچھا: اس دین میں داخل ہونے کے لیے تم کیا طریقہ اختیار کرتے ہو؟ حضرت مصعب اور حضرت اسعد نے جواب دیا: یہ کہ تم غسل کر کے بدن کو پاک کرلو اور پاک کپڑے پہن لو، پھر حق کی شہادت دو اور نماز پڑھو۔ اسید اٹھے، غسل کیا، پاک کپڑے پہن کر کلمۂ شہادت پڑھا اور دو رکعت نماز ادا کی۔ انھوں نے کہا کہ میرے ساتھ ایک اور شخص سعد بن معاذ ہے۔ اس نے تمھاری پیروی کر لی تو اس کی قوم میں سے کوئی پیچھے نہ رہے گا۔ میں ابھی اسے بھیجتا ہوں۔ پھر اپنا نیزہ کھینچا اور سعد کی طرف چل پڑے۔ سعد اپنی چوپال میں بیٹھے تھے، اسید کو آتا دیکھ کر بولے: میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں، یہ وہ چہرہ نہیں ہے جسے لیے ہوئے اسید گئے تھے۔ وہ پاس پہنچے تو سعد نے پوچھا: کیا کر کے آئے ہو؟ جواب دیا: میں نے ان دونوں سے گفتگو کی ہے، مجھے تو ان میں کوئی خرابی نظر نہ آئی۔ پھر کہا: مجھے پتا چلا ہے کہ بنوحارثہ حضرت اسعد بن زرارہ کو قتل کرنے نکلے ہیں، اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ حضرت اسعد تمھارے خالہ زاد ہیں اور وہ تمھاری تذلیل کرنا چاہتے ہیں۔ سعد بن معاذ غضب ناک ہو کر اٹھے، بھالا پکڑا اور حضرت اسعد اور حضرت مصعب کی طرف چل پڑے۔ وہاں جا کر دیکھا کہ دونوں اطمینان سے بیٹھے ہیں تو انھیں اندازہ ہو گیا کہ اسید نے انھیں

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

بہانے سے اس لیے یہاں بھیجا ہے کہ ان دونوں کی بات سن لیں۔ وہ غضب ناک ہو کر اسعد بن زرارہ کے پاس آئے اور کہا: ابوامامہ، تو ہمارے گھروں میں آ کر وہ کام کرنا چاہتا ہے جو ہمیں پسند نہیں۔ تب حضرت اسعد نے حضرت مصعب سے کہا: آپ کے پاس ایک سردار کھڑا ہے جس کے پیچھے ایک بڑی قوم ہے۔ اگر اس نے آپ کی بات مان لی تو قوم کے دو آدمی بھی پیچھے نہ رہیں گے۔ حضرت مصعب نے کہا: آپ بیٹھ نہیں جاتے تاکہ دھیان سے سن لیں۔ اگر بات پسند آئی تو مان لینا اور اگر ناپسند ہوئی تو ہم آپ کی ناپسند کو ہٹا لیں گے۔ حضرت سعد نے کہا: تو نے انصاف کی بات کی ہے، پھر نیزہ زمین میں گاڑا اور بیٹھ گئے۔ حضرت مصعب نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا اور سورۂ زخرف کی ابتدائی آیات تلاوت کیں۔ نور اسلام اسی وقت ان کے چہرے پر چمکنے لگا۔ انھوں نے پوچھا: تم مسلمان ہو کر اس دین میں داخل ہوتے ہو تو کیا کرتے ہو؟ حضرت اسعد اور حضرت مصعب بولے: آپ غسل کر کے بدن پاک کر لیں اور پاک کپڑے پہن لیں، پھر حق کی شہادت دیں اور دو رکعت نماز پڑھیں۔ سعد بن معاذ اٹھے، غسل کیا، پاک کپڑے پہن کر کلمۂ شہادت پڑھا اور دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر اپنا نیزہ پکڑا اور اسید کے ساتھ قوم کی چوپال میں واپس چلے گئے۔ لوگوں نے کہا: اللہ کی قسم، سعد بھی وہ مقصد پورا کیے بغیر لوٹے ہیں جس کے لیے یہاں سے گئے تھے۔ انھوں نے پوچھا: تم مجھے اپنے اندر کیسا پاتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا: آپ ہمارے سردار ہیں، سب سے عمدہ رائے رکھنے والے اور بابرکت مشورہ دینے والے ہیں۔ سعد نے کہا: تمھارے کسی مرد و عورت سے گفتگو کرنا میرے لیے حرام ہے جب تک تم اللہ و رسول پر ایمان نہ لے آؤ۔ چنانچہ اس شب قبیلۂ بنوعبدالاشہل میں کوئی عورت، کوئی مرد ایسا نہ رہا جس نے اسلام قبول نہ کیا ہو۔

اس کے بعد بھی بنونجار نے حضرت اسعد بن زرارہ پر سختی کی اور حضرت مصعب کو اپنے قبیلے سے نکال دیا تو وہ حضرت سعد بن معاذ کے ہاں منتقل ہو گئے۔ یہاں بیٹھ کر انھوں نے اسلام کی اشاعت کی، پھر وہ وقت آیا کہ مدینہ کا کوئی گھر ایسا نہ رہا جہاں مسلمان مرد و عورت نہ ہوں۔ ایک اندازے کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے وقت انصار کی تعداد دس ہزار ہو چکی تھی۔ البتہ اوس کے گھرانے بنوامیہ بن زید، خطمہ، وائل اور بنوواقف تھے جو جنگ خندق اور فتح مکہ کے بعد ایمان لائے۔ یہ اپنے قبیلے کے شاعر ابوقیس (صیفی) بن اسلت کی پیروی کرتے تھے جو قریش کی خاتون ارنب بنت اسد سے بیاہا ہوا تھا اور فہم و دانش رکھنے کے باوجود رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے بہکاوے میں آ گیا۔ حضرت انس بن مالک کی ایک منفرد روایت کے مطابق آخری وقت پر اس نے کلمہ پڑھ لیا تھا۔

حضرت مصعب بن عمیر مدینہ پہنچے تو لکڑی سے بنا ہوا مشرکوں کا بت منات (یا مناف) بنوسلمہ کے سردار عمرو بن

جموح کے گھر میں نصب تھا۔ انھی دنوں عمرو کے بیٹے حضرت معاذ اوران کے ہم نام حضرت معاذ بن جبل نے، جو بیعت عقبۂ ثانیہ کے موقع پر ایمان لائے تھے، مل کر منات کو اتارا اور بنوسلمہ کے فضلے کے گڑھے میں پھینک دیا۔ عمرو نے اسے نکال کر دھویا اور صاف کر کے اس کے استھان پر واپس رکھ دیا۔ ایسا کئی روز ہوتا رہا، لڑکے صنم کو گندگی کے ڈھیر میں ڈال آتے اور عمرو اٹھا لاتے۔ بالآخر عمرو کا عقیدہ متزلزل ہوا، انھوں نے حضرت مصعب بن عمیر کو گھر بلایا اور کہا: ہمیں اپنے دین کے بارے میں بتایئے۔ حضرت مصعب نے انھیں سورۂ یوسف کی ابتدائی آیات سنائیں۔ عمرو نے کہا: ہمیں اپنی قوم سے مشورہ کرنا ہوگا۔ حضرت مصعب کے جانے کے بعد انھوں نے بت کے گلے میں تلوار لٹکا دی اور کہا: اگر تم میں کوئی خیر ہے تو اس تلوار سے اپنا دفاع کر لے۔ رات ہوئی، عمرو سو گئے تو نوجوانوں نے ان کی حمائل کی ہوئی تلوار اتاری اور اس کے بجائے منات کے گلے میں ایک مردہ کتا باندھ کر واپس غلاظت کے انبار میں ڈال دیا۔ تب عمرو نے اپنے قبیلے کے اہل ایمان سے مشورہ کر کے اسلام قبول کر لیا اور اپنے قبیلے کو بھی دین حق قبول کرنے کی دعوت دی۔ ان کے کہنے پر سب مسلمان ہو گئے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

مدینہ میں پنج وقتہ نماز پڑھانے کی ذمہ داری حضرت مصعب کے بعد حضرت اسعد بن زرارہ کو مل گئی۔ ایک روایت کے مطابق مدینہ میں سب سے پہلا جمعہ بھی حضرت مصعب نے پڑھایا۔ مکۂ معظّمہ میں نماز جمعہ کا حکم آیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر کو مدینہ میں تحریری حکم بھیجا کہ زوال کے بعد لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھاؤ، کیونکہ اس وقت مکہ میں جمعہ قائم کرنا ممکن نہ تھا۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ حضرت مصعب نے خود خط لکھ کر اجازت مانگی تو آپ نے لکھا: وہ دن دیکھو جب یہود اپنے سبت کا اعلان کرتے ہیں۔ جب سورج ڈھل جائے تو دو رکعت ادا کر کے اللہ کی قربت چاہو، اس کے ساتھ خطبہ بھی دو۔ حضرت مصعب نے حضرت سعد بن خیثمہ کے گھر میں جمعہ پڑھانے کا اعلان کیا۔ بارہ افراد نے تاریخ اسلامی کی پہلی نماز جمعہ ادا کی۔ اس روز ایک بکری بھی ذبح کی گئی۔ عبدالرحمٰن بن کعب کی روایت مختلف ہے، کہتے ہیں: میرے والد کعب بن مالک کی بینائی زائل ہو چکی تھی اور میں انھیں پکڑ کر لے جاتا تھا۔ وہ جمعہ کی اذان سنتے تو ابوامامہ اسعد بن زرارہ کے لیے دعاے مغفرت ضرور کرتے۔ میں نے وجہ پوچھی تو بتایا کہ وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے مدینہ سے ایک میل باہر بنوبیاضہ کی سنگلاخ زمین میں ہزم نبیت کے مقام پر نقیع الخضمات کے نشیبی میدان میں ہمیں جمعہ کی نماز پڑھائی۔ کعب کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: تب کتنے آدمی شامل ہوئے؟ انھوں نے بتایا: چالیس (ابوداؤد، رقم ۱۰۶۹۔ دارقطنی، رقم ۱۵۶۹)۔

[باقی]

امام حمید الدین فراہی

آیت بسم اللہ

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اس آیت کی تفسیر کے لیے ایک خاص حصہ مخصوص کرنے کی وجہ

یہ آیت بسم اللہ کی تفسیر ہے۔ جو کتابیں ہم نے اپنی تفسیر ''نظام القرآن'' کے لیے بطور مقدمہ لکھی ہیں، ان کے بعد ہماری اصل کتاب کا یہ پہلا حصہ ہے۔ اس عظیم آیت کی تفسیر کے لیے ہم نے اپنی تفسیر کا ایک مستقل حصہ مندرجہ ذیل وجوہ سے خاص کیا:

اولاً، یہ آیت نہایت عظیم الشان معارف کا خزانہ ہے۔

ثانیاً، اللہ تعالیٰ نے اس کو ہر سورہ کا تاج بنایا ہے۔

ثالثاً، ہر سورہ کے ساتھ الگ الگ اس کی تفسیر موجب تکرار ہوتی۔

رابعاً، کسی جگہ اس کی تفسیر کرنا اور کسی جگہ نہ کرنا، ایک ایسی بات ہوتی جس کے لیے ہمارے پاس کوئی معقول وجہ نہیں تھی، یہ ترجیح بلا مرجح ہوتی۔

سورۂ فاتحہ کے ساتھ اس کے تعلق کی نوعیت

یہ بات کہ یہ آیت سورۂ فاتحہ کا ایک جزو ہے اور دوسری سورتوں کے شروع میں زائد ہے، علما کے درمیان مختلف فیہ ہے۔ ہمارے نزدیک صحیح راے غالباً ان لوگوں کی ہے جو اس معاملہ میں فاتحہ اور غیر فاتحہ میں کوئی فرق نہیں کرتے،

عام اس سے کہ اس کو سورہ کی آیات کے اندر شامل سمجھا جائے یا ان سے خارج سمجھا جائے۔ اس صورت میں اس آیت کی حیثیت ایک اصولی بات کی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اگر یہ قرآن مجید کی ایک آیت نہ ہوتی تو ہم اس پر بحث کرنے کے لیے ان مقدمات میں جگہ نکالتے جو ہم نے اصولی باتوں پر لکھے ہیں، کیونکہ ہماری اس کتاب کی قرارداد ترتیب یہ ہے کہ ہم نے اصولی باتوں پر علیحدہ بحث کی ہے تاکہ ضرورت کے وقت ان کے حوالہ پر اکتفا کیا جا سکے اور مباحث کی تکرار سے سلسلۂ کلام میں حتی الامکان کوئی خلل واقع نہ ہو۔

اپنے معنی کے لحاظ سے یہ آیت نزول قرآن سے پہلے سے منقول چلی آتی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکۂ سبا کو جو نامہ لکھا، اس میں اس کا ذکر موجود ہے: 'اِنَّهٗ مِنۡ سُلَيۡمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ '، ''یہ سلیمان کی جانب سے ہے اور یہ خداے رحمٰن و رحیم کے نام سے شروع ہے'' (النمل ۲۷: ۳۰)۔ مجوس کی کتاب ''اوستا تیر'' میں بھی یہ موجود ہے، لیکن ''اوستا تیر'' کا اعتبار نہیں۔ یہ جعلی کتاب ہے۔ اہل نظر اس کے جعلی ہونے سے اچھی طرح واقف ہیں۔ خود مجوس میں سے بھی تھوڑے ہی سے لوگ اس کو مانتے ہیں۔

اسی طرح کی کتنی آیتیں ہیں جو اگرچہ قرآن سے پہلے نازل ہو چکی تھیں، لیکن جیسا کہ سورۂ فاتحہ میں معلوم ہوگا، اس بلاغت کو نہیں پہنچ سکیں جس بلاغت کو وہ قرآن میں پہنچیں۔

ہمارے نزدیک بسم اللہ سورۂ فاتحہ کی ایک آیت اور ہر سورہ کا فاتحہ ہے۔ قرآن کا طریقۂ نزول اور پھر جس طرح وہ محفوظ ہوا، اس دعوے پر دلیل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے[1]۔ نیز بسم اللہ کا مفہوم آغاز کلام کے لیے نہایت مناسب ہے۔ علاوہ ازیں اس کی وہ تاویل بھی جو آگے بیان ہوگی، اس کی تائید کرتی ہے۔ پھر احادیث میں وارد ہے کہ یہ فاتحہ کی ایک آیت ہے۔

بسم اللہ کا مفہوم

بسم اللہ میں 'ب' عظمت، برکت اور سند کے مفہوموں کی طرف اشارہ کرتی ہے[2]۔

یہ کلام خبریہ نہیں ہے، بلکہ الحمد للہ کی طرح دعائیہ ہے، جیسا کہ آگے چل کر واضح ہوگا۔

---

[1] مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ آیت ہر سورہ کے آغاز میں اللہ ہی کے حکم سے ثبت نہ کی گئی ہوتی تو کوئی دوسرا اس کا مجاز نہ تھا کہ اسے بطور خود لکھ دیتا، خواہ تبرکاً ہی سہی۔ اور اس دلیل کو یہ بات مزید قوت پہنچاتی ہے کہ سورۂ توبہ کے آغاز میں جب صحابۂ کرام کو بسم اللہ لکھی ہوئی نہ ملی تو انھوں نے اسے بلا بسم اللہ ہی مصحف میں درج کیا۔ (مترجم)

[2] اس اجمال کی شرح آگے آتی ہے۔

اپنے نام سے شروع کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے شروع ہی میں دے دیا تھا۔ چنانچہ سورۂ اقراء میں ہے۔ 'اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِیۡ خَلَقَ' (پڑھ اپنے اس پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا)۔ دین کی بنیاد نماز ہے اور نماز کی حقیقت اللہ کے نام کی یاد، جیسا کہ فرمایا ہے: 'وَ ذَكَرَ اسۡمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى'[۳] (اور اپنے پروردگار کے نام کو یاد کیا اور نماز پڑھی)۔ دوسری جگہ ہے: 'وَاذۡكُرِ اسۡمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلۡ اِلَیۡهِ تَبۡتِیۡلًا'[۴] (اور یاد کر اپنے رب کے نام کو اور اسی کی طرف یکسو ہو)۔ 'تَبَتَّلۡ اِلَیۡهِ' (اسی کی طرف یکسو ہو)، یعنی اس کی نماز پڑھ کر، جیسا کہ سیاق سے واضح ہے۔ کسی شے کا نام اس کی یاد کا واسطہ ہوا کرتا ہے۔ پس اللہ کے نام کی یاد ہی درحقیقت اللہ کی یاد ہے۔ اور یہی چیز نماز کی روح ہے۔ اسی وجہ سے جب نماز کو اس کی کامل صورت کے ساتھ ادا کرنا ممکن نہ ہو تو کم از کم ذکر اللہ کو قائم رکھنے کا حکم ہوا۔ اور امن و اطمینان کی حالت میں بھی اس کی تاکید فرمائی گئی تاکہ یہ حقیقت واضح رہے کہ نماز کی اساس یہی چیز ہے۔ چنانچہ فرمایا:

فَاِنۡ خِفۡتُمۡ فَرِجَالًا اَوۡ رُكۡبَانًا فَاِذَآ اَمِنۡتُمۡ فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمۡ مَّا لَمۡ تَكُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ. (البقرہ ۲: ۲۳۹)

''پھر اگر تم کو خطرہ لاحق ہو تو پیادہ یا سوار جس حالت میں بھی ہو پڑھ لیا کرو۔ اور جب تم کو اطمینان ہو جائے تو خدا کی یاد اس طرح کرو (یعنی نماز پڑھو) جس طرح تم کو سکھلایا ہے، جو تم نہیں جانتے (یعنی نماز کی کامل صورت)۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شروع ہی میں اس حقیقت سے آگاہ کر دیا گیا تھا:

اِنَّنِیۡۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِیۡ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكۡرِیۡ. (طٰہٰ ۲۰: ۱۴)

''میں ہی اللہ ہوں، نہیں ہے کوئی معبود مگر میں۔ پس میری ہی عبادت کرو اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔''

سورۂ اعراف میں فرمایا:

وَالَّذِیۡنَ یُمَسِّكُوۡنَ بِالۡكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ. (۷: ۱۷۰)

''اور جو کتاب کو مضبوطی سے تھامتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔''

علاوہ ازیں اس ذیل میں یہ نکتہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح 'اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ' کو شیطان سے پناہ کا ذریعہ قرار دیا ہے، اسی طرح اپنے نام سے بھول چوک سے (جو شیطان ہی کی جانب سے ہوتی ہے) امان کا ذریعہ

۳؎ الاعلیٰ ۸۷: ۱۵۔

۴؎ المزمل ۷۳: ۸۔

بنایا ہے۔ اس کا اشارہ سورۂ اعلیٰ کی آیت 'سَنُقْرِءُ كَ فَلَا تَنْسٰىٓ' (ہم تم کو پڑھا دیں گے، پھر تم نہ بھولو گے) میں پایا جاتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات اپنے نام کی تسبیح کے حکم کے بعد فرمائی ہے۔

پس آغاز قرآن کے لیے یہ موزوں ترین کلام ہے۔ یہ قلب کو تمام تشویشوں سے پاک کر کے مطمئن کر دیتا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے: 'اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ' (آگاہ رہو کہ اللہ کی یاد ہی سے قلوب مطمئن ہوتے ہیں) اور یہ بات اوپر معلوم کر چکے ہو کہ اللہ کی یاد دین کی بنیاد ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر ہی کو قرآن کی بنیاد بھی قرار دیا اور اسی چیز کے ساتھ اول اول اس کا نزول ہوا اور اسی چیز کا حکم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہوا۔

پھر بسم اللہ اس بات کا اقرار ہے کہ تمام فضل و احسان اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے ہے۔ گویا ہم بسم اللہ پڑھ کر اپنی زبان سے اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر جو احسانات فرمائے ہیں، یہ ہمارے استحقاق کا نتیجہ نہیں ہیں، بلکہ یہ سب کچھ اس کے اسمائے حسنیٰ ــــ رحمٰن و رحیم ــــ کا فیضان ہے۔ تورات کی بھی ایک سے زیادہ آیات اس کی تائید کرتی ہیں۔

نیز اس سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ تمام قوت و زور اسی کا بخشا ہوا ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے ابتدائے وحی کے وقت ہی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے نام کی یاد کا حکم ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی الواح کی تیاری کے بعد طور پر سب سے پہلے اللہ کا نام ہی نازل ہوا۔ کتاب خروج (۳۴: ۵-۸) میں ہے:

> ''تب خداوند ابر میں ہو کر اترا اور اس کے ساتھ وہاں کھڑے ہو کر خداوند کے نام کا اعلان کیا۔ اور خداوند اس کے آگے سے یہ پکارتا ہوا گزرا، خداوند، خداوند، خدائے رحیم اور مہربان قہر کرنے میں دھیما اور شفقت اور وفا میں غنی۔ ہزاروں پر فضل کرنے والا، گناہ اور تقصیر اور خطا کا بخشنے والا، لیکن وہ مجرم کو ہرگز بری نہیں کرے گا، بلکہ باپ دادا کے گناہ کی سزا ان کے بیٹوں اور پوتوں کو تیسری اور چوتھی پشت تک دیتا ہے۔ تب موسیٰ نے جلدی سے سر جھکا کر سجدہ کیا۔''

یہ ساری عبارت ہم نے محض اس مقصد سے نقل کی ہے کہ بسم اللہ کی اہمیت اور اس کے ساتھ نماز کا تعلق تمھاری سمجھ میں آجائے۔ قرآن مجید نے بھی جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سرگذشت کی تفصیل کی ہے، وہاں اس معاملہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے[۵] .... نیز اس سے سورۂ اقراء اور سورۂ 'سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ' کی تاویل پر بھی روشنی پڑے گی، کیونکہ ان کے مضامین اور تورات کے بیان میں بہت مماثلت ہے۔ ان سورتوں کی تفسیر نیز

---

۵ اصل کتاب میں مصنف رحمۃ اللہ نے یہاں بیاض چھوڑی ہے۔ میرا خیال ہے کہ سورۂ طٰہٰ کی آیات 'اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ' کی طرف اشارہ ہے۔ 'واللّٰہ أعلم بالصواب' (مترجم)۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

سورۂ فاتحہ کے ذیل میں ہم کسی قدر ان اشارات کی تفصیل کریں گے۔

یہاں تک اظہار برکت وعظمت کے مفہوم کی تشریح ہوئی۔ اب ہم بالاختصار سند کے مفہوم کو بھی واضح کرنا چاہتے ہیں۔ یہ پہلو بھی نہایت اہم لطائف وحقائق پر مشتمل ہے۔ اس پہلو کے اعتبار سے بسم اللہ کے معنی گویا یہ ہوئے کہ یہ کلام خداوند تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اور یہ اس پیشین گوئی کی طرف اشارہ ہوگا جس کا ذکر حضرت موسیٰ کی پانچویں کتاب (۱۸:۱۸-۱۹) میں ہے:

''میں ان کے لیے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام ان کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا، وہی وہ ان سے کہے گا۔ اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے گا تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا۔''

چنانچہ یہ بات حرف بہ حرف پوری ہو کے رہی۔ جو لوگ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے اور جنھوں نے ان باتوں کو نہیں مانا جو آپ نے اللہ کا نام لے کر کہیں، ان سے نہایت سخت مواخذہ ہوا۔ اور یہ بھی اسی پیشین گوئی کی تصدیق تھی کہ اولین وحی اللہ کے نام کے ساتھ نازل ہوئی: 'اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِیۡ خَلَقَ' (پڑھ اپنے اس پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا)۔

پھر اس کے ساتھ رحمٰن ورحیم کی صفتیں لائے ہیں[۶]۔ .... یہود نے یہ نام (رحمٰن ورحیم) ضائع کر دیے تھے جس کی سزا ان کو یہ بھگتنی پڑی کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے یکسر قہر وجلال بن کے رہ گیا اور ان کا پیغمبر بھی ان کی سخت دلی کے سبب سے ان کے لیے ہیبت وشدت ہی کے بھیس میں نمودار ہوا اور ان کی سرکشی کے باعث ان کی شریعت بھی ان کے لیے نہایت سخت ہوگئی۔ جیسا کہ سورۂ انعام (۶) میں وارد ہے:

وَعَلَى الَّذِيۡنَ هَادُوۡا حَرَّمۡنَا كُلَّ ذِیۡ ظُفُرٍ وَمِنَ الۡبَقَرِ وَالۡغَنَمِ حَرَّمۡنَا عَلَيۡهِمۡ شُحُوۡمَهُمَاۤ اِلَّا مَا حَمَلَتۡ ظُهُوۡرُهُمَاۤ اَوِ الۡحَوَايَاۤ اَوۡ مَا اخۡتَلَطَ بِعَظۡمٍ ذٰلِكَ جَزَيۡنٰهُمۡ بِبَغۡيِهِمۡ. (۱۴۶)

''اور یہود پر ہم نے تمام ناخن والے جانور حرام کیے اور گائے اور بکری میں سے ان کی چربی کو ان پر حرام کیا، مگر جو ان کی پیٹھ سے لگی یا انتڑیوں پر یا ہڈی سے لگی ہوئی ہو۔ یہ ہم نے ان کی سرکشی کا بدلہ دیا۔''

اس کی شہادت اسپنوزا نے بھی دی ہے۔ وہ کہتا ہے:

۶۔ یہاں بھی مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے بیاض چھوڑی ہے۔ غالباً رحمٰن ورحیم پر کچھ لکھنا چاہتے تھے۔ چونکہ اس کی تفصیل کسی قدر تفسیر سورۂ فاتحہ میں ملے گی، اس لیے یہاں ہم اس کی توضیح غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ (مترجم)

''یرمیاہ نبی نے کہا تھا کہ بنی اسرائیل کا خدا اس دن سے ان پر غضب ناک ہے جس دن سے انھوں نے اپنے شہر کی تعمیر کی۔ لیکن ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ بنی اسرائیل پر خدا کی غضب ناکی اسی روز سے ہے جس روز سے ان کو شریعت ملی اور حزقیل نبی کے کلام سے ہمارے دعوے کی تصدیق ہوتی ہے۔ باب ۲۰ میں ہے: ''سو میں نے ان کو برے آئین اور ایسے احکام دیے جن سے وہ زندہ نہ رہیں''۔''

اس کی پوری تفسیر سورۂ انعام میں ملے گی۔

اگر اس معاملہ پر غور کرو گے تو یہ حقیقت تم پر واضح ہوگی کہ اس طرح کی سخت شریعت دائمی شریعت نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ جو رحمٰن و رحیم ہے، لوگوں کو ہمیشہ کے لیے کسی شکنجہ میں کس کر نہیں رکھ سکتا۔ چنانچہ اس سخت شریعت سے نجات کی بشارت بھی اس نے شروع ہی میں دے دی تھی۔ سورۂ اعراف (۷) میں اس بشارت کی طرف اشارہ موجود ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے:

عَذَابِیْٓ اُصِیْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ، اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ. (۱۵۶-۱۵۷)

''رہا میرا عذاب، تو میں اس کو جس پر چاہتا ہوں، نازل کرتا ہوں۔ اور میری رحمت ہر چیز پر عام ہے۔ سو اس کو میں ان لوگوں کے لیے لکھ رکھوں گا جو تقویٰ پر قائم رہیں گے، زکوٰۃ دیں گے اور ہماری آیتوں پر ایمان لائیں گے۔ جو پیروی کریں گے نبی امی کی جس کو لکھا ہوا پاتے ہیں اپنے ہاں تورات اور انجیل میں۔''

نیز سورۂ بنی اسرائیل (۱۷) میں فرمایا:

عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ یَّرْحَمَكُمْ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا. (۸)

''توقع ہے کہ تمھارا پروردگار تم پر رحم کرے اور اگر تم پھر فساد کرو گے تو ہم پھر سزا دیں گے۔''

یہود کے متعلق توریت سے ثابت ہے کہ عین اس وقت، جبکہ رحمت الٰہی ان کی طرف متوجہ تھی اور ان کو شریعت ملنے والی تھی، انھوں نے گوسالہ پرستی کی اور اس جرم کے مرتکب ہو کر وہ اس عورت کے مانند بن گئے جس نے پہلی ہی شب میں اپنے شوہر کے ساتھ بے وفائی کی ہو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اپنی اس بے وفائی کے سبب سے یہ اللہ کے غضب کے مستحق قرار پائے اور ان پر رحمت کا معاملہ ان کی ناقدری کی وجہ سے آخری نبی کی بعثت پر اٹھا رکھا گیا۔ چنانچہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم کے لیے رحمت بن کر مبعوث ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تعریف میں فرمایا گیا:

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ.
(الانبيآء۲۱:۱۰۷)

''اور ہم نے نہیں بھیجا تم کو، مگر عالم کے لیے رحمت بنا کر۔''

اور ایسی ہی تعریف آپ کے صحابہ کی بھی بیان ہوئی ہے:

اَشِدَّآءُ عَلَى الۡكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيۡنَهُمۡ.
(الفتح۴۸:۲۹)

''کفار کے لیے سخت اور آپس میں رحم دل۔''

اسم ''اللہ'' کا مفہوم

''اللہ'' میں الف لام تعریف کے لیے ہے۔ یہ نام صرف اللہ واحد کے لیے مخصوص تھا جو تمام آسمان و زمین اور تمام مخلوقات کا خالق ہے۔ اسلام سے پہلے عرب جاہلیت میں بھی اس لفظ کا یہی مفہوم تھا۔ عرب مشرک ہونے کے باوجود، اپنے دیوتاؤں میں سے کسی کو بھی، اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں قرار دیتے تھے۔ وہ اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ آسمان و زمین کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ دوسرے دیوتاؤں کو وہ صرف اس وجہ سے پوجتے تھے کہ ان کے خیال میں وہ اللہ تعالیٰ کے مقرب ہیں اور اللہ سے ان کی سفارش کریں گے۔ قرآن شریف میں ان کے اقوال نقل ہیں:

يَقُوۡلُوۡنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنۡدَ اللّٰهِ.
(یونس۱۰:۱۸)

''کہتے ہیں یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔''

مَا نَعۡبُدُهُمۡ اِلَّا لِيُقَرِّبُوۡنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلۡفٰى.
(الزمر۳۹:۳)

''کہتے ہیں ہم نہیں پوجتے ان کو، مگر اس لیے کہ یہ اللہ سے ہم کو قریب کر دیں۔''

وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَسَخَّرَ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ لَيَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤۡفَكُوۡنَ، اَللّٰهُ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ وَيَقۡدِرُ لَهٗ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ، وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحۡيَا بِهِ الۡاَرۡضَ مِنۡ بَعۡدِ مَوۡتِهَا لَيَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡقِلُوۡنَ.
(العنکبوت۲۹:۶۱-۶۳)

''اگر تم ان سے پوچھو کس نے بنایا ہے آسمانوں اور زمین کو اور مسخر کیا سورج اور چاند کو؟ کہیں گے: اللہ۔ پھر کہاں ان کی عقل الٹ جاتی ہے! اللہ ہی روزی میں وسعت دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے اور تنگ کرتا ہے اس کے لیے۔ اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ اور اگر ان سے پوچھو کہ کس نے اتارا بادل سے پانی، پھر زندہ کی اس سے زمین اس کے مرنے کے بعد؟ کہیں گے: اللہ۔ کہو، اللہ ہی کے لیے شکر

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ہے،لیکن ان میں سے اکثر نہیں سمجھتے۔‘‘

بعض مسیحی اہل قلم کا خیال ہے کہ اس لفظ (اللہ) کی اصل ’’ایل‘‘ ہے جو اکثر عبرانی ترکیبوں میں استعمال ہوئی ہے۔مثلاً اسرائیل (اللہ کا بندہ)،اسمٰعیل (اللہ نے سنی) اور عمانویل (اللہ ہمارے ساتھ ہے)۔اور وہ اس کو ’’بعل‘‘ سے مشتق سمجھتے ہیں اور ’بعل‘ ان کے خیال میں سورج کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ہمارے نزدیک یہ بالکل لغو اور مہمل خیال آرائی ہے اور یہ ان لوگوں کی اپج ہے جو نبوت کے منکر ہیں اور جو عبرانیوں کے مذہب کو بت پرستوں کے مذہب سے ماخوذ بتلاتے ہیں۔

اس باب میں صحیح رائے یہ ہے کہ عبرانی زبان نے سہ حرفی الفاظ میں سے بالعموم ایک حرف ضائع کر دیا ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے محققین زبان، عبرانی الفاظ کی تصحیح عربی زبان کی مراجعت سے کیا کرتے ہیں، کیونکہ تمام سامی زبانوں میں سب سے زیادہ مکمل اور اصل سے قریب تر زبان یہی ہے، بلکہ سامی زبانوں کے علما اور مسیحی مستشرقین کا اعتراف تو یہ ہے کہ یہی تمام سامی زبانوں کی اصل محفوظ ہے۔ پہلا لفظ جس سے تورات شروع ہوتی ہے، ’’الوہیم‘‘ کا لفظ ہے۔یہ لفظ تورات میں اکثر آیا ہے اور یہی ’’ایل‘‘ کی اصل ہے۔

یہ لفظ، دین صحیح کے ان باقیات صالحات میں سے ہے جو عربوں کو وراثت میں ملی تھیں۔یہود اور نصاریٰ نے اس لفظ کو ضائع کر دیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے ان کے ہاں کوئی خاص لفظ سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔وہ ’’الٰہ‘‘ کا لفظ غیر اللہ کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ لفظ ’’الٰہ‘‘ ان کے ہاں ’’سید‘‘ کے مفہوم میں بھی مستعمل ہے۔زبور ۸۲ میں ہے:

’’خدا کی جماعت میں خدا موجود ہے۔
وہ الٰہوں کے درمیان عدالت کرتا ہے۔
تم کب تک بے انصافی سے عدالت کرو گے۔
اور شریروں کی طرف داری کرو گے۔‘‘

اس میں جس لفظ کا ترجمہ ’’خدا‘‘ کیا گیا ہے، وہ ’’الوہیم‘‘ ہے۔ یہ واحد اور جمع، دونوں کے لیے استعمال ہو سکتا ہے، کیونکہ ’’یم‘‘ جو عبرانی میں علامت جمع ہے۔تعظیم کے لیے بھی آتی ہے۔پس ’’خدا کی جماعت‘‘ دراصل ’’الٰہوں کی جماعت‘‘ ہے، جیسا کہ بعد کے فقرے سے واضح ہوتا ہے۔اور بعد کے فقرے کا پہلے فقرے سے مشابہ لانا عبرانی زبان کا ایک عام اسلوب ہے۔اس کا صحیح مفہوم یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ حکام کے مجمع میں موجود ہے اور وہ ججوں کے

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

درمیان عدالت کرتا ہے۔ پس کب تک بے انصافی سے عدالت کرو گے اور شریروں کی طرف داری کرو گے۔

جو باتیں بنی اسرائیل سے مخفی رہ گئیں، ان میں سے بہت سی باتوں کی قرآن مجید نے توضیح کی ہے۔ چنانچہ اس مضمون کی توضیح قرآن نے ان الفاظ میں کی ہے:

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الۡاَرۡضِ مَا يَكُوۡنُ مِنۡ نَّجۡوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمۡ وَلَا خَمۡسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمۡ وَلَاۤ اَدۡنٰى مِنۡ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكۡثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمۡ اَيۡنَ مَا كَانُوۡا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمۡ بِمَا عَمِلُوۡا يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ. (المجادلہ ۵۸: ۷)

''کیا نہیں دیکھتے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ نہیں ہوتا ہے تین کا مشورہ، مگر چوتھا وہ ہوتا ہے اور نہ پانچ کا، مگر چھٹا وہ ہوتا ہے اور نہ اس سے کم و بیش، مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جہاں کہیں بھی وہ ہوں۔ پھر ان کو خبر دے گا ان کے عمل کی قیامت کے دن۔ بے شک، اللہ ہر بات کو جانتا ہے۔''

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

زبور کی مذکورہ بالا عبارت پر غور کرو، کس طرح ''الٰہ'' اور ''حکام'' کے الفاظ میں التباس ہونے کی وجہ سے دونوں کے لیے ایک ہی لفظ استعمال کر دیا گیا ہے۔ سفر خروج (۴: ۱۶) میں بھی اس کی مثال موجود ہے:

''اور وہ (ہارون) تیری طرف سے لوگوں سے باتیں کرے گا اور وہ تیرا منہ بنے گا، اور تو اس کے لیے خدا ہوگا۔''

اسی طرح سفر خروج ۷: ۱ میں ہے:

''پھر خداوند نے موسیٰ سے کہا: دیکھو میں نے تجھے فرعون کے لیے خدا ٹھہرایا اور تیرا بھائی ہارون تیرا پیغمبر ہوگا۔''

حالاں کہ ان دونوں عبارتوں کا صحیح مطلب یہ ہے کہ تجھ کو امیر مقرر کیا اور ہارون فرعون سے گفتگو کرنے کے لیے تیرا سفیر ہوگا۔ سفر تکوین ۳۲: ۲۴-۲۹ میں بھی اس کی مثال موجود ہے:

''اور یعقوب اکیلا رہ گیا اور پو پھٹنے کے وقت تک ایک شخص وہاں اس سے کشتی لڑتا رہا۔ جب اس نے دیکھا کہ وہ اس پر غالب نہیں ہوتا تو اس کی ران کو اندر کی طرف سے چھوا اور یعقوب کی ران کی نس اس کے ساتھ کشتی کرتے میں چڑھ گئی۔ اور اس نے کہا: مجھے جانے دے، کیونکہ پو پھٹ چلی۔ یعقوب نے کہا: جب تک تو مجھے برکت نہ دے میں تجھے جانے نہیں دوں گا۔ تب اس نے اس سے پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے؟ اس نے جواب دیا: یعقوب۔ اس نے کہا: تیرا نام آگے کو یعقوب نہیں، بلکہ اسرائیل ہوگا، کیونکہ تو نے خدا اور آدمیوں کے ساتھ زور آزمائی کی اور غالب ہوا۔ تب یعقوب نے اس سے کہا کہ میں تیری منت کرتا ہوں کہ تو مجھے اپنا نام بتا دے۔ اس نے کہا: تو میرا نام کیوں پوچھتا ہے؟ اور اس نے اسے وہاں برکت دی اور یعقوب نے اس جگہ کا نام فنی ایل رکھا اور کہا کہ میں نے

خدا کو روبرو دیکھا تو بھی میری جان بچی رہی۔''

یہ ایک عجیب وغریب قصہ ہے اور یہود نے اس میں جو خرافات ملا رکھی ہیں، ان کی کوئی تاویل کرنا یا ان کی ذمہ داریوں سے اپنے آپ کو بچا لے جانا ان کے لیے بالکل ناممکن ہے۔ اس کو غور سے پڑھو تو معلوم ہوگا کہ جہاں جہاں ''عفریت'' یا ''جبار'' وغیرہ کے الفاظ ہونے چاہییں وہاں ''الٰہ'' اور ''ایل'' کے الفاظ ٹھونس دیے گئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ''الٰہ'' کے لفظ کی بنی اسرائیل کے یہاں کوئی خاص اہمیت ومنزلت نہیں رہ گئی تھی۔ جس طرح امیر، سید، جبار، شدید وغیرہ الفاظ ہیں، اسی طرح ایک لفظ یہ بھی تھا اور اس کے معنی ان کے ہاں طاقت ور اور مضبوط کے ہیں۔ اللہ کے لیے غیر مشترک اور مخصوص نام ان کے ہاں صرف ''یہوہ'' ہے، لیکن اس لفظ کے حروف اور ان کی حرکات کے بارہ میں بڑے شکوک اور اختلافات ہیں، یہاں تک کہ ان کا تلفظ بھی ناممکن سمجھا جاتا ہے۔ سفر خروج ۲:۲ میں ہے:

''پھر خدا نے موسیٰ سے کہا: میں خداوند ہوں۔ اور میں ابراہام اور اضحاق اور یعقوب کو خدائے قادر مطلق کے طور پر دکھائی دیا، لیکن اپنے یہوداہ نام سے ان پر ظاہر نہ ہوا۔''

یہود اس نام کی بڑی تعظیم کرتے ہیں، کیونکہ یہ نام مخصوص طور پر ان کے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا۔ وہ اس کو اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم قرار دیتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ اس کو عام طور پر زبان پر لانا جائز نہیں ہے۔ جماعت کے سامنے سال میں صرف ایک مرتبہ یہ نام لیا جاتا تھا، اور اس ڈر سے کہ کہیں اس کا استعمال عام ہو جائے، اس کو حرکات سے مجرد کر دیا گیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ بالکل مجہول ہو کے رہ گیا۔ جب کبھی تلاوت میں یہ لفظ آتا ہے، اس کی حرکات کی ناواقفیت کی وجہ سے یہود اس کو ادا نہیں کرتے اور صحیح قراءت چھوڑ کر اس کے عوض ''اودنیم'' پڑھتے ہیں۔ کس قدر عبرت انگیز مقام ہے کہ ان لوگوں نے نہ صرف اللہ کی کتاب ضائع کر دی، بلکہ اللہ کے نام کو بھی ضائع کر دیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کا دروازہ بھی بند ہو گیا اور قرآن کی بات ان پر پوری طرح صادق آئی: 'فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ'، ''جب وہ کج ہو گئے تو اللہ نے ان کے دل کج کر دیے'' (الصّف ۶۱:۵)۔

(مجموعہ تفاسیر فراہی ۶۹-۷۶)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

امین احسن اصلاحی

عقائد و عبادات کا تعلق تعمیر سیرت سے

سوال: سورۂ بقرہ کی آیت ۱۷۷ کی تفسیر میں آپ نے سیرت و کردار کو عقائد و عبادات کا مقصد اعلیٰ قرار دیا ہے۔ اس سے قبل یہ بات بیان ہوئی تھی کہ انبیاے کرام کے مشن کا منتہا یہ ہے کہ وہ تزکیۂ نفوس کرتے ہیں۔ اگر حقیقت یہی ہے تو کیا ایک مسلمان کی زندگی کا مقصد سیرت و کردار کی تعمیر قرار دینا صحیح ہوگا، جبکہ عام تصور یہ ہے کہ آیت 'مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ'* کی رو سے انسان کی زندگی کا مقصد خدا کی عبادت ہے؟

موجودہ نفسیات کی روشنی میں انسان کا مقصد حیات یہ ہونا چاہیے کہ وہ اپنی شخصیت (personality) کی تعمیر (development) کرے۔ علماے نفسیات کے نزدیک لفظ ''شخصیت'' آدمی کے نظریات و اعمال، سب پر حاوی ہے۔ اس لحاظ سے ان کے نزدیک ''تعمیر شخصیت'' کا مفہوم گویا یہ ہوتا ہے کہ آدمی اپنے نظریات و عقائد اور اپنے اعمال و افعال میں بہتر سے بہتر مقام پر پہنچنے کی کوشش کرے۔ اسلام میں عقائد و عبادات کا مقصود اعلیٰ اگر سیرت و کردار ہے تو کیا دور حاضر کے علماے نفسیات کی مذکورہ تقریر سے آپ اتفاق کرتے ہیں؟

جواب: یہ بات کہ انسان کی زندگی کا مقصد خدا کی عبادت ہے، اس بات سے تضاد نہیں رکھتی کہ انبیا کی بعثت کا مقصود تزکیۂ نفوس ہے یا یہ کہ عبادات و عقائد سے مقصود اعلیٰ سیرت و کردار کو نشوونما دینا ہے۔ یہ ساری باتیں ایک ہی سلسلہ کی مربوط کڑیاں ہیں۔

---

* الذّٰریٰت ۵۱: ۵۶۔ ''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں۔''

خدا کی عبادت اس اعتبار سے تو بلاشبہ انسانی زندگی کا اصل نصب العین ہے کہ سب سے بڑا حق واجب ازروے عقل وفطرت اورازروے دین وشریعت انسان پر یہی ہے۔لیکن یہ حقیقت آپ جیسے اصحاب فکر ونظر سے مخفی نہیں ہوسکتی کہ خدا کی عبادت اس لیے مطلوب نہیں ہے کہ خدا اس کا محتاج ہے، بلکہ اس لیے مطلوب ہے کہ ہم اس کے محتاج ہیں۔اسی چیز سے ہماری زندگی کو حقیقی ارتقاء کے لیے وہ سہارا ملتا ہے جس سے ہماری وہ تمام عقلی وروحانی اور تمام علمی وعملی صلاحیتیں پروان چڑھتی ہیں جو ہمارے اندر قدرت نے ودیعت کی ہیں۔اگر یہ سہارا میسر نہ آئے تو اول تو ہماری زندگی کی اصلی صلاحیتیں بالکل سکڑ کے رہ جاتی ہیں اور اگر کچھ پھیلتی بھی ہیں تو غلط سہارے پکڑ لینے کے سبب سے بالکل غلط سمتوں میں پھیل جاتی ہیں۔اگر عبادت الٰہی (واضح رہے کہ 'عبادت' کا لفظ میں اس کے حقیقی اور وسیع معنوں میں لے رہا ہوں) اصلی نصب العین کی حیثیت سے پیش نظر رہے تو زندگی اس قسم کی کوتاہیوں اور کج رویوں سے محفوظ رہنے کی وجہ سے اس پودے کے مانند پروان چڑھتی ہے جس کو زمین اور فضا، دونوں سے بھرپور غذا حاصل ہورہی ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

انبیا علیہم السلام تزکیۂ نفوس کی جو خدمت انجام دیتے ہیں، اس میں ان کا پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ ہماری زندگی کے رخ کو خدا کی طرف سیدھا کرتے ہیں۔اس کو صحیح کرنے کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے: ایک تو یہ کہ ہمارے عقائد ونظریات ہر قسم کی کج رویوں اور ضلالتوں سے بالکل محفوظ ہوکر توحید خالص کی چٹان پر اس طرح قائم ہوجائیں کہ فساد علم ونظر کی کوئی آندھی ان کو ان کی جگہ سے ہلا نہ سکے۔دوسری یہ کہ ہمارے اعمال واخلاق جذبات و خواہشات کی اندھی پیروی سے آزاد ہوکر اعلیٰ عقائد ونظریات یا بہ الفاظ دیگر ہمارے اصلی نصب العین (خداپرستی) سے بالکل ہم آہنگ ہوجائیں۔

اس روشنی میں دیکھیے تو یہ حقیقت بالکل واضح ہوکر سامنے آجائے گی کہ انسانی زندگی کے صحیح ارتقا کا انحصار اس امر پر ہے کہ اس کا رخ پوری یک سوئی کے ساتھ خدا کی طرف ہوجائے۔اس نصب العین کے حصول میں عقائد وعبادات، انسان کے سب سے بڑے معاون ہیں اور چونکہ ان میں سے کسی چیز کو بھی اس لیے ضروری نہیں ٹھیرایا گیا ہے کہ خدا کو اس کی ضرورت ہے، اس لیے کہ خدا ہر قسم کی ضرورت سے مستغنی ہے، اس وجہ سے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان ساری چیزوں سے خود انسان ہی کی ذات کی تکمیل ہوتی ہے اور ان عقائد وعبادات سے وہ اپنے آپ کو ان مکارم اخلاق سے آراستہ کرتا ہے جو اس کو خلق اور خالق، دونوں سے صحیح نسبت بخشنے والے ہوتے ہیں۔

آپ نے علماے نفسیات کے جس نقطۂ نظر کا حوالہ دیا ہے، بجاے خود اس سے اختلاف کی کوئی وجہ نہیں ہے۔یہ

بات تو قرآن مجید میں بھی ہے کہ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا*، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اپنے نفس یا بہ الفاظ دیگر اپنی ذات اور شخصیت کی اصلاح و تعمیر ہی انسان کا اصل مقصد ہونا چاہیے۔ یہی چیز ہے جس کے متعلق قیامت کے دن اس سے مواخذہ ہونا ہے اور اسی چیز سے متعلق اس کو ایک حد تک اختیار ملا ہوا ہے۔ البتہ یہ سوال ہمارے اور ان علماے نفسیات کے درمیان اختلافی اور نزاعی ہے کہ انسان کی شخصیت کی تعمیر کا یہ نصب العین حاصل کس طرح ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب ہمارے نزدیک یہ ہے کہ اس کا صحیح طریقہ وہی ہے جو حضرات انبیا علیہم السلام نے اختیار فرمایا ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ ایسا نہیں ہے جو خطرات سے محفوظ ہو۔ میں نے اس مسئلہ پر اپنی کتاب ''تزکیۂ نفس'' میں تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے۔ امید ہے وہ آپ نے پڑھی ہوگی۔

(تفہیم دین ۱۰۳-۱۰۵)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

* الشمس ۹۱: ۷-۱۰۔

امین احسن اصلاحی

علامہ عنایت اللہ خان مشرقی

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

علامہ عنایت اللہ خان مشرقی رحمۃ اللہ علیہ ہماری قوم کے اندر ایک منفرد سیرت و کردار کے لیڈر تھے۔ اگرچہ ہمیں کبھی ان کے نظریات سے پورا پورا اتفاق نہ ہو سکا، لیکن اس امر میں ہمیں کبھی شک نہیں ہوا کہ اپنی قوم کی سربلندی کے لیے ان کے دل کے اندر بڑا غیر معمولی جوش و جذبہ تھا۔ وہ اسلام اور غلبہ کو لازم و ملزوم سمجھتے تھے، اس وجہ سے اس دور میں مسلمانوں کی بے بسی پر ان کا دل بہت کڑھتا تھا۔ انھوں نے اس حیرت انگیز تضاد سے بڑا گہرا تاثر لیا کہ مسلمان قومیں اسلام کی مدعی ہیں، لیکن دنیا میں ذلیل و خوار ہیں اور مغربی قومیں اسلام کی منکر ہیں، لیکن نہ صرف مشرق کی غیر مسلم قوموں پر، بلکہ خود مسلمانوں پر بھی حاوی اور غالب ہیں۔ جب انھوں نے اس صورت حال کا تجزیہ کرنے کی کوشش کی تو ان کی نظر اس بات کی طرف گئی کہ ہم مسلمان صرف اسلام کی چند روایات کے پرستار بن کر رہ گئے ہیں اور اسلام کا اصلی کردار دنیا کی غالب قوموں نے اپنا رکھا ہے۔ ان غالب قوموں کے کردار میں سب سے زیادہ ابھری ہوئی چیز جو ان کو نظر آئی، وہ ان کا عسکری جوش و جذبہ اور ان کی فوجی تنظیم تھی۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد یورپ اور ایشیا کے متعدد ملکوں میں عسکری تحریکیں بڑے زور و شور سے اٹھیں اور ستم رسیدہ ممالک کے حساس لوگوں کو ان تحریکوں نے اپیل کیا۔ علامہ مشرقی مرحوم بھی ایک نہایت حوصلہ مند انسان تھے۔ انھوں نے بھی وقت کے حالات سے بڑا گہرا اثر لیا اور اپنی قوم کے اندر عسکری تنظیم کا صور اس زور سے پھونکا کہ فی الواقع ان کی تحریک نے پورے ملک میں ایک ہلچل پیدا کر دی۔ ان کی تحریروں اور تقریروں میں ایک خاص قسم کا زور تھا جو عسکری جوش و جذبہ رکھنے والے بوڑھوں اور جوانوں پر جادو کا اثر کرتا تھا۔ انھوں نے اپنی تحریروں اور تقریروں سے علما کے سوا ہر طبقہ کو متاثر کیا۔ ان میں عسکری

تنظیم کی حیرت انگیز قابلیت تھی۔ چنانچہ انھوں نے عملاً خاک ساروں کا ایک لشکر تیار کر دیا۔ اس حقیقت کا کوئی مشکل ہی سے انکار کر سکے گا کہ ان کے ماننے والے ان کے فدائی تھے اور وہ اطاعت مطلق کے حد تک ان کی اطاعت کرتے تھے۔ اسلام کو ایک پرقوت سیاسی نظام کی حیثیت سے پیش کرنے میں بھی ان کا ایک خاص مقام ہے۔ وہ تمام سیاسی اصطلاحیں جو آج بہت سے لوگ اسلام کا سابقہ ولاحقہ بنائے ہوئے ہیں، انھی کی اولیات میں سے ہیں! ہمیں، جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں، علامہ مرحوم کے نظریات نے کبھی اپیل نہیں کیا، لیکن ہم نے ان کو ہمیشہ اپنی دھن کا پکا سمجھا۔ وہ ریاضی میں اتنی اونچی ڈگری رکھتے تھے کہ اپنے ملک میں بھی اور اپنے ملک سے باہر بھی اس کی بڑی قیمت وصول کر سکتے تھے، لیکن انھوں نے ساری زندگی ایک دوسرے ہی عشق میں گزار دی۔ کونسلوں اور اسمبلیوں کی ممبری اور وزارت وصدارت کے چکر میں بھی وہ کبھی نہیں پھنسے، حالاں کہ اس میدان میں اترتے تو ان کے لیے بڑے امکانات تھے۔ ان باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم کی سر بلندی کے لیے جس چیز کو اپنا نصب العین قرار دے لیا تھا، اس سے انھیں کوئی چیز منحرف نہیں کر سکی۔ اپنی تحریک میں وہ کامیاب ہوئے یا نہیں، لیکن اپنی تحریک کے ساتھ وفاداری میں وہ سو فی صد کامیاب رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں کو معاف فرمائے اور ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

(مقالات اصلاحی ۲/ ۴۲۴، بہ حوالہ ماہنامہ میثاق لاہور۔ ستمبر ۱۹۶۳ء)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

خیال و خامہ

جاوید احمد غامدی

O

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

دشت بلا میں اب نہ شنیدہ نہ دیدہ ہیں
صیاد تھے کبھی جو غزال رمیدہ ہیں
دیکھیں اُنھیں تو اژدر و کژدم بھی ہوں خجل
اہل ہنر جو دہر میں مردم گزیدہ ہیں
پہلا سا اب وہ جور سلاطیں نہیں تو کیا
پھر بھی قلم شکستہ ، زبانیں بریدہ ہیں
اے عندلیب ، اب کوئی صحرا ہی دیکھ لیں
اِس گلستاں میں رنگ تھے جتنے پریدہ ہیں
اک عمر کے ریاض کا حاصل ہے اب یہ عمر
اِس کے تمام روز و شب نو آفریدہ ہیں